امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 8 نومبر 2019ء بمطابق ربیع الاول 1441ھ شمارہ 9

ننگرہار میں اسلامی امارت کی فاتحانہ کارروائی
اور داعش کی ذلت ورسوائی

امریکی انخلا جنگ بندی سے زیادہ اہم ہے

طالبان جہاد جاری رکھیں!

طالبان نجات کے فرشتے

نیٹو کا ماضی، حال اور مستقبل

امریکا ناکام کیوں؟

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا. فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. ثَلَاثٌ لَا يُغَلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيْطُ مِنْ وَرَائِهِمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ وَابْنُ مَاجَه.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاداب اور تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے حدیث سنی، اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا، اسے اچھی طرح یاد کر لیا اور پھر اسے آگے پہنچایا۔ کیونکہ کئی حاملینِ فقہ اپنے سے زیادہ فقیہ تک بات پہنچاتے ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: اول خالص اللہ کیلئے عمل کرنا، دوسرا مسلمان حکمرانوں کی بھلائی چاہنا (انہیں اچھی نصیحت کرنا) اور تیسرا مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا، کیونکہ (مسلمانوں کی) دعا ان کے شاملِ حال ہوتی ہے۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظه الله

دشمن کی صفوں میں موجود افغان فوجیوں کو مطلع کرتے ہیں کہ تم لوگوں نے جس راستے کا انتخاب کر رکھا ہے، وہ دنیاوی اور اخروی زندگی کی ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔ تم استعمار کے زیر کمان اپنے مؤمن عوام کے خلاف لڑ رہے ہو۔ اگر اس راہ میں مارے جاتے ہو تو تمہاری موت خراب (مردود) ہے۔ اور اگر زندہ ہو اور اسے جاری رکھتے ہو تو ہر گزرتا لمحہ تمہارے گناہوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ تمہیں غاصبوں کے تسلط زدہ افغانستان کے دفاع اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے جو نعرے یاد کرائے جاتے ہیں، وہ سب تمہیں فریب دینے کی خاطر ہے۔ اس لیے کہ جو افراد تم لوگوں کو تربیت یا اسلحہ فراہم کر رہے ہیں، انہیں افغانستان کی سرحدوں اور اس کے دفاع سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ اپنے آپ پر رحم کرو اور یقین کرو کہ امارت اسلامیہ تمہاری خیر خواہ ہے۔ ہمیں تم سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے، بلکہ ہمارا تم سے تمہارے کردار سے اختلاف ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۸/ نومبر ۲۰۱۹/ ربیع الاول ۱۴۴۱/ شمارہ ۸

مدیر اعلیٰ — ولید افغان

نائب مدیر — شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

ننگرہار میں اسلامی امارت کی فاتحانہ کارروائی اور داعش کی ذلت ورسوائی 2
جہادی تحریک کی کامیابی کے بنیادی اصول 3
سعودیہ پر حملے اور خلیج میں امریکی آمد 6
امریکا ناکام کیوں؟ 8
سیکورٹی کونسل میں مسلمانوں کی سیٹ؟ 9
افغانوں کے گھر کیوں تباہ کیے جاتے ہیں؟ 11
عرب کی بہار سے داعش کی خزاں تک 12
نیٹو کا ماضی، حال اور مستقبل 14
جھوٹی امیدیں 16
طالبان جہاد جاری رکھیں! 17
داعشی فتنے کی آخری ہچکیاں 18
ٹرمپ کا دورہ اور اشرف غنی کی حالت 20
برمی مہاجرین کے مسائل 22
ٹرمپ کا خفیہ دورہ بگرام 24
کچھ باتوں کی غلط توجیہ 25
اقوام متحدہ امریکی جرائم کی شریک ہے 26
مشرق وسطی میں امریکی غلبہ اختتام پذیر ہے 27
افغانستان: امریکا و یورپ آمنے سامنے 29
عراق میں احتجاجی مظاہرے 30
بیرونی طاقتوں کی ضرورت نہیں 32
دنیائے اسلام کے نام پیغام 33
طالبان نجات کے فرشتے 34
سید آباد کو گرا دو کہ نیویارک پر امن ہو 35
امریکی انخلا جنگ بندی سے زیادہ اہم ہے 36
ہندو فاشسٹ حکومت اور مسلمان 37
داعش موت کے دہانے پر 39
افغانستان اکتوبر 2019 میں 40
جنگی جرائم اکتوبر 201920 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

ننگرہار میں اسلامی امارت کی فاتحانہ کارروائی اور داعش کی ذلت ورسوائی

امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ہاتھوں داعش کی تاریخی شکست اور صوبہ ننگرہار کے ان تمام علاقوں جن میں داعش کے انتہائی مضبوط مراکز تھے کی فتح دنیا بھر کے مخلص مسلمانوں اور خصوصا افغان قوم کے لئے بڑی خوشی کی خبر ہے۔ جس سے عالمی میڈیا کے ذریعے پوری دنیا آگاہ ہو چکی ہے۔

داعش کی اس بڑی شکست کے ساتھ اس فتنے سے علاقہ مکمل طور پر صاف اوران کے شر سے نہ صرف یہ کہ ننگرہار محفوظ ہوا ہے بلکہ پورے ملک سمیت خطے کو بھی ان کے شر ور سے مامون و محفوظ ہونے کا احساس ہونے لگا ہے۔

محترم قارئین یہ بات جانتے ہیں اور یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ داعش سامراج کے ہاتھوں بنایا اور پالا ہوا وہ عظیم فتنہ ساز گروہ ہے جو پرانے خوارج کی طرح اپنے اور اپنے حامیوں کے علاوہ پوری امت مسلمہ کو کافر، ہر جگہ اپنے زیر تسلط علاقوں کو دارالاسلام اور باقی پوری دنیا کو دارالکفر سمجھتے ہیں۔

یہ گروہ جس نے دنیا کے کئی حصوں خصوصا عراق اور شام میں جہادی تحریکوں کو سخت نقصان پہنچایا، لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا، مسلمانوں کے بازاروں، مساجد، تعلیمی اداروں اور اجتماعات پر بڑے بڑے دھماکے کئے اور اپنی ساری قوت مسلمانوں کے خون بہانے پر ہی صرف کیا ہے چاہتا تھا کہ عراق اور شام کی طرح افغانستان کو بھی فتنے کی اس آگ میں لپیٹا جائے۔

بیرونی قابضین، امریکی فوج اور کٹھ پتلی حکمرانوں نے بڑی دیدہ دلیری اور منظم طریقے سے ان کی تشہیر کی، ان کے ساتھ تعاون کیا اور فوجی کمک بھی پہنچائی تاکہ ان کے ذریعے سے کفر کے خلاف جاری اس مقدس جہاد کو بدنام، مسلمانوں کو قتل، مجاہدین کو کمزور اور ملک میں ایک نہ ختم ہونے والا فرقہ واریت کا سلسلہ شروع کرواکر اس آگ کو بھڑکائے رکھ سکیں۔

امارت اسلامیہ جو دشمن کی تمام تر سازشوں سے باخبر اور ان کی طرف متوجہ ہے، ان کی سازشوں کا مقابلہ، اپنی جہاد، مجاہدین اور مسلمان قوم کی دفاع اور حفاظت اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے، اس گروہ کے پیدا ہوتے اور مجاہدین کے خلاف برسرپیکار آنے کے ساتھ ہی امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی جانب سے ان کی روک تھام اور سدباب کے لئے کوششیں شروع ہوئیں۔ جس کی وجہ سے گزشتہ پانچ برسوں میں ہلمند، زابل، پکتیکا، غور، جوزجان اور ابھی حال ہی میں ننگرہار سے ان کا مکمل صفایا کر دیا گیا ہے اور الحمد للہ عوام ان کی شر سے مامون و محفوظ ہو گئے ہیں۔

ننگرہار کے شیرزاد سے اچین تک پھیلے، 7 اضلاع کے پہاڑی علاقوں میں داعش نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے، پورے ملک میں اسی علاقہ کو اپنا مرکز اور خراسان کا دارالخلافہ سمجھتے تھے، عراق اور شام کے بعد بھی علاقہ ان کا بڑا مرکز بن گیا تھا یہیں سے دیگر علاقہ پر دست اندازیاں کرتے تھے۔ غاصب قوتوں کے خلاف برسرپیکار مجاہدین کے جہاد میں روڑے اٹکانے کے لئے بیرونی قابض قوتوں کی جانب سے دیئے گئے مذموم اہداف کو پورا کرنے کے لئے یہیں سے کوششیں کرتے

یہی وجہ تھی کہ امارت اسلامیہ انہیں ایک بڑا خطرہ سمجھ رہی تھی اس لئے ان کے خلاف پوری تیاری کے ساتھ کارروائیوں کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجے میں شیرزاد سے لے کر اچین تک ننگرہار کے 7 اضلاع جو داعش کے مراکز اور آخری کمین گاہ تھے داعش کے مسلح غنڈہ گردوں سے خالی ہو گئے اور صوبہ ننگرہار ان کے شر و فتنہ سے نجات پا گیا۔

ان کارروائیوں میں داعش کے اہم کمانڈروں سمیت 193 افراد ہلاک جبکہ 130 افراد زخمی ہو گئے۔ بڑی تعداد میں چھوٹا بڑا اسلحہ اور دیگر اہم چیزیں حاصل ہوئیں۔ کارروائیوں کے آخری لمحات میں خواتین اور بچوں سمیت تقریبا 1000 افراد پر مشتمل داعشی گروہ جو ضلع اچین کے تحتونامی علاقہ میں مجاہدین کے محاصرے میں تھا، کابل ادارے کے ساتھ مل گیا اور پھر ساری دنیا نے دیکھا کہ انہیں بڑے محفوظ طریقے سے بسوں کے ذریعے جلال آباد پہنچایا گیا۔

علاقہ کے لوگ گواہ ہیں کہ دوران آپریشن امریکی فوجی اور کابل ادارے کے لوگ داعش کی دفاع کر رہے تھے اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین پر بموں کی بارش برساتے۔

خطے کے دیگر ممالک اور افغان عوام اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ داعش بیرونی قابضین اور کابل ادارے کی انٹیلیجنس کا مشترکہ پیدا کردہ گروہ ہے جنہوں نے آخر تک اس گروہ کی نجات کے لئے کوششیں کیں اور محفوظ طریقے سے انہیں خطے سے نکال دیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ ہزاروں بے گناہ ہم وطنوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں، بے گناہ رہنماؤں کو بموں پر بٹھا کر اڑایا ہے، خطے کے لوگوں کو اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور کیا ہے، اپنے حامیوں کے علاوہ دیگر لوگوں کو کافر سمجھا اور ان کے املاک کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹا ہے۔

کابل ادارے نے پچھلے سال بھی جوزجان میں جب امارت اسلامیہ نے داعش کے خلاف صفائی مہم کا آغاز کیا تو تقریبا 250 داعشی افراد کو طیاروں کے ذریعے محفوظ مقامات کی طرف منتقل کیا تھا۔

امریکا اور اس کا غلام کابل ادارہ جو مجاہدین کے ساتھ تعلق کے شبہ میں راتوں کو افغانوں کے گھروں پر چھاپے مارتے ہیں، بچے، خواتین اور بوڑھوں کو قتل کرتے ہیں، جوانوں کو بدنام زمانہ جیلوں میں قید کرتے ہیں تو یہی بیرونی قوتیں اور کابل ادارہ ان داعشی غنڈوں کو پناہ کیوں دیتے ہیں اور مظلوم عوام پر کرنے والے ان کے تمام جرائم کو کیوں معاف کرتے ہیں؟

اس سے یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ کابل ادارہ کی نظر میں اپنے مذموم مقاصد اور مالی فوائد کی اہمیت مظلوم و مقہور افغانوں کی خون سے زیادہ ہے۔ لیکن ان کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اب افغان قوم کو بیرونی غاصبین اور غلام ادارے کا منافقت بھرا چہرہ عیاں ہو چکا ہے اور قوم بہت جلد ان شاء اللہ ان کے ساتھ ان کے ہر ظلم و ستم کا حساب کرے گی۔

جہادی تحریک کی کامیابی کے بنیادی اصول

موسیٰ فرہاد

اسلام اپنے پیروکاروں کو ایسی ہدایات دیتا ہے، جن میں دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضًا۔ (بخاری و مسلم)

'ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ٹھوس عمارت کی طرح ہے، اس کے کچھ حصے دوسرے حصوں کو طاقت اور مضبوطی بخشتے ہیں۔'

اخوت، پیار اور محبت اسلامی تحریک میں کسی دیوار میں اینٹوں کے درمیان سیمنٹ کی طرح ضروری ہے۔ اگر ان اینٹوں کے درمیان سیمنٹ نہ ہو تو ایک اینٹ دوسری کے ساتھ مضبوط نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح کسی اسلامی تحریک کے افراد میں اخوت، محبت اور بھائی چارہ نہ ہو تو ایک مضبوط اور منظم تحریک نہیں بن سکتی، جو مسائل اور طوفانوں کا مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں مسلمان اور اسلامی تحریک کو ایک جسم کی مانند قرار دیا گیا ہے۔ جس میں ایک عضو درد محسوس کرے تو پورے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔'

(اخرجہ البخاری و مسلم عن النعمان بن بشیر)

محبت، پیار اور تراحم میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی مانند ہے۔ جب ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

محبت اور اخوت کا یہ معیار پھر ایثار اور قربانی کو عروج پر پہنچاتا ہے، جہاں ایک مسلمان اپنے بھائی کو راحت اور فائدے کی جگہ میں خود پر ترجیح دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ ایثار اور قربانیوں کی داستانوں سے بھری ہوئی ہے۔ انسانیت کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مادہ پرست لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اسلامی تحریک اور افراد کی صفوں میں اس طرح کے بھائی چارے، محبت اور اخوت کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ اس تحریک کے لوگ کسی بھی طوفان اور مشکل کا بہادری اور ہمت سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں۔ دشمن کی سازشیں ان کے آگے دم توڑ جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام ایک وسیع اسلامی معاشرے کے بنیادی اصول پیش کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس نے ان لوگوں کے لیے بھی کامیابی کی راہ دکھائی ہے، جنہوں نے ایک حقیقی اسلامی معاشرے اور نظام کے لیے کوششیں کیں۔ وہ جہاد اور مجاہدین کی تحریک ہے۔ جہاد انتہائی اہم عبادت ہے۔ جہاد اسلامی احکامات کے نفاذ اور دفاع کا اہم ذریعہ ہے۔ لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلام کا یہ اہم رکن صحیح طریقے سے انجام دیں اور اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں تو ان کے مثبت نتائج بر آمد ہوں، اس کے لیے درج ذیل خدائی ارشادات کے مطابق کام چلنا ہو گا:

اپنی صف کو متحد رکھنا اور ہر قسم کے اختلافات سے بچنا

اللہ تعالی نے قرآن پاک کی متعدد آیات میں اسلامی صفوں کے اتحاد کی تاکید کی ہے۔ حتی کہ 'صف' نام سے ایک مکمل سورت بھی نازل فرمائی۔ اس میں خاص طور پر مجاہدین کے اتحاد پر توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

'إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ۔' (4)

اللہ تعالی نے متعدد آیات میں مسلمانوں کو باہمی وحدت کا حکم دیا ہے۔ اختلافات سے منع کیا ہے۔

'وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً۔'

یہی وجہ ہے جہادی صف میں اتحاد بہت ضروری ہے۔ اتحاد کی اسلام میں ایک خاص اہمیت ہے۔ اگر صفوں کو متحد نہ کیا گیا تو کامیابی کا کوئی امکان نہیں، بلکہ صف کی تقسیم ہی بدترین شکست کا باعث ہے۔ اس کی ایک مثال سوویت یونین کے خلاف جہادی تنظیموں کی کثرت، اختلافات اور ان کی مشکلات ہے۔

اپنے نکتہ نظر اور مشن پر ثابت قدم رہیں

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

'وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ'

یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ لہذا اس کی پیروی کرو اور غلط راستوں پر نہ جاؤ، جو تم کو سیدھے راستے سے روکتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ ہود میں ارشاد ہے: 'فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔' (112)

جو حکم دیا گیا ہے، اس پر ثابت قدم رہو اور جو لوگ تمہارے ساتھ خدا کی طرف رجوع کریں اور نافرمانی نہ کریں، بے شک وہ تمہارے اعمال کا نگہبان ہے۔'

عام طور پر مسلمان، خاص طور پر مجاہدین اپنے مشن پر کاربند رہنے کے پابند ہیں۔ وہ اپنا راستہ تبدیل نہ کریں۔ راستہ بدلنے کا مطلب ہے کہ انہوں نے اللہ کی راہ چھوڑ دی ہے اور وہ شیطان کی راہ پر گامزن ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ بہت سے لوگوں نے روس کے خلاف جہاد کیا۔ جب انہوں نے اتحاد چھوڑ کر دنیاوی مقاصد کے لیے اختلاف کیا تو وہ یقینی شکست سے دوچار ہوئے۔

نظم وضبط، ڈیسپلن اور ہم آہنگی کا خیال رکھنا

اس اصول کی طرف اسلام نے ہر تہذیب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: 'إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ'

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا: 'وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ'

جن لوگوں نے حدود اور اصولوں سے تجاوز کیا، وہ ظالم ہیں۔

اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو نظم وضبط کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر اس نظم وضبط اور حدود سے تجاوز کریں تو مخلوق کے ڈھانچے میں الجھن پیدا ہوگی۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی ہدایت کی ہے کہ آپ بھی اپنے نظم وضبط کا خیال رکھیں۔ اپنے انتظامی امور کی پابندی کریں، تاکہ آپ کی زندگی میں خلل واقع نہ ہوں۔ مجاہدین بھی سختی سے ان اصول پر عمل کریں۔ سب سے زیادہ انہیں نظم وضبط، ترتیب اور پابندی کی ضرورت ہے۔ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا میں جہاں بھی دشمن کے خلاف مزاحمت ہو رہی ہے، اگر مزاحمت کرنے والے ایک امیر کی اطاعت کرتے اور نظم وضبط کا خیال رکھتے ہیں تو وہ کامیابی کی جانب گامزن ہیں۔ وہ اپنے اہداف حاصل کر رہے ہیں۔ اس کی عمدہ مثال افغانستان ہے، جہاں گزشتہ دو دہائیوں سے طویل جدوجہد جاری ہے۔ ایک ہی قیادت کی بدولت سپرپاور کو تاریخی شرمندگی اور شکست کا سامنا ہے۔ اس کے برعکس جن ممالک اور عرب دنیا میں دشمن کے خلاف مزاحمت کی قیادت مختلف لوگ کر رہے ہیں، وہاں مزاحمت کی کامیابی نظر نہیں آتی، بلکہ وہاں بدنظمی کی وجہ سے جہادی صفوں میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مجاہدین بھی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔

صبر، تقویٰ اور توکل اختیار کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ' (الزمر 10)

بے شک صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کے سبب اَن گنت انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

یہ تینوں وہ چیزیں ہیں، جو مومن کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ مصیبتوں کو برداشت کرنا، خود کو بدعنوانی سے بچانا، انسانی تدبیر کے بعد اللہ تعالی پر بھروسہ کرنا ضرور کامیابی کا راستہ ہے۔ اس میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے"

'وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ، إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا'

جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے، جہاں اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے، سو وہی اس کو کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک پیمائش مقرر کر دی ہے۔

'وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔' (الانفال 26)

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے گئے تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمہیں قوت بخشی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو۔

مندرجہ بالا آیات میں ایک واضح پیغام ہے کہ نجات اور فلاح کا راستہ صرف خدا سے ڈرنا، اس کی جانب سے مشکلات اور امتحان پر صبر کرنا اور اس ذات پر مکمل بھروسا کرنا ہے۔ اگرچہ آپ کبھی کبھار دشمن کے مقابلے میں کمزور ہو جائیں گے۔ آپ مایوس ہو جائیں گے، لیکن اگر آپ فتح پر یقین رکھتے ہیں تو یہ دوبارہ نجات کا راستہ کھول دے گی۔

شوریٰ اور عملی اطاعت کرنا

جہاد میں امیر کی اطاعت لازمی امر ہے۔ جمہور فقہاء نے امیر کی موجودگی اور اس کی اطاعت جہاد کے لیے حتمی اور لازمی شرط قرار دی ہے۔ دوسرے خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل ہے کہ: 'لَا إِسْلَامَ بِلَا جَمَاعَةٍ، وَلَا جَمَاعَةَ بِلَا أَمِيرٍ، وَلَا أَمِيرَ بِلَا طَاعَةٍ۔' جماعت کے بغیر اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔ جماعت امیر کے بغیر نہیں چل سکتی۔ امیر تب تک امیر نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی اطاعت نہ کی جائے۔ امیر کی اطاعت بارے اللہ تعالی کا واضح حکم ہے: 'وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ' (الانفال 42)

خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کروگے

تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کہ خدا صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔

امیر کی اطاعت کی احادیث میں بھی انتہائی اہمیت بتائی گئی ہے۔

'عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُطِعْ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي۔' (رواہ مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، گویا اس نے میری نافرمانی کی۔' اطاعت صرف آسان وقت میں نہیں ہے، بلکہ مشکلات کے وقت بھی امیر کی اطاعت لازمی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: السمع والطاعة على المرء فيما أحب وكره۔'

احکامات کو سننا اور ان کی اطاعت ضروری ہے، خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو۔

عبادت پر خصوصی توجہ دیں

جس طرح فرض عبادات نہیں چھوڑی جاسکتیں، اگر چھوڑ دیں تو ایمان سے محروم ہونے کا خدشہ ہے۔ البتہ جو لوگ اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے سربکف ہو کر میدان عمل میں نکلتے ہیں، ان کے لیے فرض عبادات کے ساتھ نفلی عبادات کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔ کیوں کہ اللہ کی مدد اور کامیابی کے مواقع ان عبادات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس سلسلے میں بیت المقدس کے فاتح اور امت مسلمہ کے عظیم مجاہد صلاح الدین ایوبی کا ایک قول بہت مشہور اور تاریخ کا حصہ ہے۔ وہ ایک بار رات کو گشت پر نکلے تو ایک خیمہ دیکھا، جس میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے یا قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا: 'من هنا يأتي النصر' یہاں سے نصرت آئے گی۔ یعنی ان عبادت گزار مجاہدین کی وجہ سے اللہ تعالی ہماری مدد کرے گا اور ہم دشمن پر غلبہ حاصل کریں گے۔ یہاں سے گزر گئے تو دوسرے خیمے میں لوگ سو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: 'من هنا تأتي الهزيمة' یعنی یہاں سے ہمیں شکست ہوگی۔ مطلب اللہ تعالی کے ذکر اور عبادات سے غفلت مسلمانوں کی شکست کا سبب بنتی ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ان مومنین کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہے: 'تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً' (السجدة 16)

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بستر سے جدا ہوئے ہیں، اپنے رب سے خوف اور امید کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جہاد کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ نفلی عبادات پر خصوصی توجہ ہے۔ اگر مجاہدین کا یہ پہلو نامکمل ہوگا تو پھر کسی نہ کسی شکل میں اللہ کی مدد سے محروم ہو جائیں گے۔

مشاورت اور منصوبہ بندی ضروری ہے

اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے: 'وشاورهم في الأمر'

جو مومنین آپس میں مشورہ کرتے ہیں، ان کے بارے میں فرمایا ہے

'وأمرهم شورى بينهم'

اللہ تعالی نے ان مومنین کو اپنے سچے اور مخلص بندے قرار دیا، جو آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

مشورہ دراصل کام کو آگے بڑھانے کی ایک بہترین حکمت عملی اور اچھا طریقہ ہے۔ عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ 'مَن سَاءَ تدبيره، تعجّل تدميرهُ' جس کا منصوبہ غلط تھا، گو کہ اس نے اپنی موت کی جلدی کی۔ اگر کسی شخص نے مشورے، منصوبہ بندی اور حکمت عملی کے بغیر کسی کام کا آغاز کیا یا منصوبہ بنایا لیکن وہ نامکمل تھا تو اس نے اپنے نقصان، تباہی اور ناکامی کی وجوہات خود اپنے لیے تلاش کر لیں۔ عبد الملک بن مروان خلافت اُموی کے پانچویں حکمران تھے۔ وہ کہتے تھے: 'لأن أخطئ وقد استشرت؛ أحب عندي من أن أصيب وقد استبددت برأيي۔' مجھے اس کام میں ناکامی کی کوئی پرواہ نہیں ہے، جو میں نے مشورے سے کیا ہو، لیکن جو کام میں مشورے کے بغیر کروں، اگرچہ اس میں کامیابی حاصل کروں، وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ چوں کہ امارت اسلامیہ میں نظم وضبط قائم ہو چکا ہے۔ دوسرے اوقات کے مقابلے میں اب معاملات بہتر منصوبہ بندی اور مشاورت کے ذریعے انجام دیے جاتے ہیں۔ اس کے نتائج بہت اچھے ملے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اس کے باوجود اس سے بھی زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ امارت اسلامیہ کے فوجی اور انتظامی ڈھانچے کے تمام اداروں کو مزید اس طرف راغب کیا جائے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی نجات کا راز مضمر ہے۔ مجھے یقین ہے امارت اسلامیہ کے مجاہدین جہادی امور کی بہتری اور ترقی کے لیے مذکورہ بالا اقدامات پر عمل درآمد یقینی بنائیں تو یقیناوہ اللہ تعالی کی نصرت، مدد اور رحمت سے محروم نہیں رہیں گے۔

سعودیہ پر حملے اور خلیج میں امریکی آمد

حسن مہمند

11 اکتوبر کو امریکی وزیر دفاع نے کہا کہ ہم نے ولی عہد شہزادہ بن سلمان کی درخواست پر سعودی عرب میں نئے جنگی طیاروں اور نئے دفاعی نظام کے ساتھ ہزاروں مزید فوجی بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے سعودی تیل کی تنصیبات پر ہونے والے بڑے حملوں کو اس اقدام کے لیے جواز کے طور پر پیش کیا۔ وزیر دفاع کے اس بیان کے بعد میڈیا پر یہ خبر پھیل گئی کہ امریکا نے مزید 3 ہزار فوجی سعودیہ بھیج دیے ہیں۔ گزشتہ ماہ 14 تاریخ کو سعودی عرب میں آرامکو نامی تیل بڑی کمپنی کے تیل صاف کرنے والے دو مراکز پر دو ڈرون طیاروں نے فضائی حملے کیے، جس کی وجہ سے سعودی معیشت کو بھاری نقصان پہنچا، جسے سعودیہ نے 'نائن الیون' سے تعبیر کیا۔

ان حملوں کے بعد فوراً ہی عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتوں میں 10 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ جو گزشتہ 4 ماہ میں تیل کی قیمتوں کی سب سے اونچی سطح ہے۔ یمن کے حوثیوں نے ان حملوں کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس طرح کے مزید حملوں کی دھمکی بھی دی ہے۔ حملوں کے فوراً بعد امریکی صدر ٹرمپ نے ان حملوں کی ذمہ داری ایران پر ڈالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈرون طیارے ایران سے آئے تھے۔ اسرائیلی حکومت نے کہا کہ سعودی عرب کے تیل کی صفائی کے مراکز پر حملوں کے لیے عراق کی سرزمین استعمال ہوئی ہے۔ عراقی ملیشیا نے ایران کے ڈرون طیاروں کی مدد سے ان دو مراکز پر حملے کیے ہیں۔ عراقی وزیر اعظم نے اس الزام کی تردید کی اور کہا کہ عراق کی سرزمین کسی بھی پڑوسی کے خلاف استعمال نہیں ہو گی۔ حملوں کے دنوں میں سعودیہ نے بھی ایران پر الزام لگایا اور کہا کہ حملوں میں ایرانی میزائل استعمال ہوئے ہیں۔ سعودی فوج کے ترجمان ترکی المالکی نے دارالحکومت ریاض میں صحافیوں سے کہا کہ ابتدائی تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حملے میں ایرانی اسلحہ استعمال ہوا ہے۔ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے کئی بار ایران کو ان حملوں کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ ایران کی جانب سے مزید ایسے حملوں کا خدشہ بھی ظاہر کیا گیا اور کہا گیا کہ دنیا کو مل کر ایرانی دہشت گردی کی روک تھام کرنی چاہیے۔

ولی عہد محمد بن سلمان نے امریکی 'سی بی ایس ٹی وی' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ایران پر عالمی دباؤ بڑھانا چاہیے۔ ورنہ عالمی مفادات کو خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ تیل کی پیداوار متاثر ہو گئی، جس سے تیل کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہو گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ خطہ عالمی انرجی کی 30 فیصد ضرورت پوری کرتا ہے۔ یہ عالمی تجارت کے 20 فیصد تجارتی سامان کی گزر گاہ ہے۔ اگر یہ سب کچھ بند ہو جائے تو یہ صرف سعودی عرب نہیں، بلکہ مشرق وسطی اور پوری دنیا کی معیشت کی تباہی ہو گی۔ یہ حملہ انتہائی احمقانہ تھا۔ اس کا کوئی اسٹریٹجک ہدف نہیں تھا۔ محمد بن سلمان نے مزید کہا کہ وہ ایران سے جنگ نہیں چاہتے۔ وہ مسائل کا پرامن حل بہتر سمجھتے ہیں۔ ایران نے کئی بار حملوں میں اپنے ملوث ہونے کی تردید کی ہے۔ ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ ہم جنگ نہیں چاہتے، لیکن اگر سعودیہ یا امریکا کی جانب سے ہم پر جنگ مسلط کی گئی تو ہم اپنا مضبوط دفاع کریں گے

اس میں شک نہیں کہ بیرونی جارحیت کے خلاف ہر کوئی اپنے دفاع کا حق رکھتا ہے۔ افسوس کہ ایران صرف اپنا دفاع نہیں کر رہا، بلکہ بہت سے تحریضی اقدامات کرتا ہے۔ وہ سعودی عرب سمیت تمام مخالفین کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ مثال کے طور پر پانچواں سال ہے کہ سعودی عرب حوثیوں کے خلاف جنگ میں مصروف ہے۔ حوثیوں کو رقم، جنگی وسائل اور میزائل تک

تمام اسلحہ ایران اور روس فراہم کر رہے ہیں۔ اب بات ڈرون طیاروں تک جا پہنچی ہے۔

اگر واقعتا حالیہ حملوں کی طرح ایک اور حملہ ہوا یا دارالحکومت ریاض حملوں کی زد میں لایا گیا اور اس کی ذمہ داری حوثیوں نے تسلیم کر لی تو پھر حالات بہت خراب ہوں گے۔ دونوں ممالک ایک واضح جنگ میں داخل ہو جائیں گے۔ جس سے پورا مشرق وسطی جنگ کا میدان بن جائے گا۔

باوجود یہ کہ سعودی وزیر دفاع نے ایک پریس کانفرنس میں اس حملے میں ایرانی اسلحے کے استعمال ہونے کی شواہد پیش کیے ہیں، مگر ایسا یقین نہیں کیا جا سکتا کہ واقعتا یہ حملہ ایران نے کیا ہوگا۔ اس لیے کہ ان حملوں نے اگرچہ سعودیہ کو بھاری نقصان پہنچایا اور یہ ایران کے لیے خوشی کی بات ہے، مگر ایران پر ان حملوں کے ثبوت کی صورت میں وہ شدید عالمی رد عمل کا شکار ہو سکتا ہے۔ غور کیا جائے تو یہ امریکا اور اسرائیل کے علاوہ کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ امریکا یا اسرائیل نے یہ حملے خود کیے ہوں گے یا ایران، حوثیوں یا حزب اللہ جیسے دیگر لوگ اس کام کے لیے استعمال ہوئے ہوں گے؟ یہ دونوں احتمالات ہیں، مگر کوئی شک نہیں کہ اس کے پیچھے اسرائیل یا امریکا کا ہاتھ ہے۔ اسی ایک حملے سے امریکا نے بہت سے اہداف حاصل کر لیے ہیں۔ امریکا نے عرب دنیا میں ایران کا مصنوعی خوف مزید بڑھا دیا ہے۔ جب اس حملے کے بعد ٹرمپ نے کہا کہ امریکا نے سعودیہ کی حفاظت کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔

ٹرمپ کے اس اعلان کے بعد محمد بن سلمان کی جانب سے امریکا کے فوجی اتحاد میں داخل ہونا اس کا واضح ثبوت ہے۔ اب ایک بار پھر متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور کویت امریکا سے اسلحے کی خریداری کے نئے معاہدے کریں گے۔ اس راہ سے امریکا ان دولت مند ممالک کو لوٹے گا۔ اقتدار تک پہنچنے کے بعد جب ٹرمپ نے ایران کے ساتھ ایٹمی پروگرام کا معاہدہ منسوخ کیا تو اس سے دنیا میں امریکا کی بدنامی ہوئی۔ امریکا کے یورپی ساتھی امریکا سے ناراض ہو گئے۔ اس معاہدے کی تنسیخ سے امریکا کوئی ہدف بھی حاصل نہیں کر پایا۔ ان حملوں سے ایران کو بدنام کرنے اور نتیجے میں اقتصادی پابندیاں لگا کر امریکا ایران پر اپنا دباؤ بڑھانا چاہتا ہے، تاکہ وہ اپنے ایٹمی پروگرام سے دست بردار ہو جائے۔

امریکی وزارت دفاع نے سعودی عرب میں مزید نئے فوجی تعینات کرنے کا اعلان کیا ہے۔ کہا ہے کہ سعودی عرب میں تعیناتی سمندری راستوں کے تحفظ کے لیے ہے۔ امریکا نے کہا ہے وہ سعودی عرب کے فوجی اڈوں میں میزائل پروف پیٹریاٹ سسٹم نصب کرے گا۔ ان کے پاس بہت سے ایف 22 ماڈل کے جنگی طیارے بھی بڑی تعداد میں ہوں گے، جنہیں ریڈار معلوم نہیں کر سکتا۔ وزارت دفاع نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ تازہ دم 3000 فوجی مرکزی کمان کے علاقے میں رہیں گے۔ ان تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد ایسا لگتا ہے تیل کی صفائی کے مراکز پر حالیہ حملے اچانک یا حادثاتی واقعہ نہیں ہیں۔ یہ بہت منصوبہ بندی کے بعد ہوا تھا۔

اس ہدف کے لیے امریکا سعودیہ کو اس بات کا پابند کرے گا کہ وہ امریکی فوج کے تمام مصارف ادا کرے۔ اگر ایران کے خلاف جنگ واقع ہو جائے تو سعودی سرزمین سے ہی ایران پر حملے ہوں گے۔ اس کے مصارف بھی سعودیہ کو ادا کرنا پڑیں گے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ اس سے قبل بھی کئی بار امریکا اسلامی ممالک کی سرزمین سے اسلامی ممالک پر حملے کر چکا ہے۔ جس میں وسائل بھی مسلمانوں کے ہی استعمال ہوئے۔ مناسب یہی ہے کہ سعودیہ اور ایران مل بیٹھ کر مذاکرات سے اپنے مسائل کا حل نکال لیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی دنیا بیدار ہو جائے۔ طاقت ور ممالک کے بااثر حکمران پورے اخلاص سے اس کی ثالثی کریں۔ دونوں ممالک کے درمیان تمام مسائل کے حل کے لیے سچی کوشش کریں، تاکہ خطہ بڑی تباہی سے بچ جائے۔ بیرونی مداخلت کا راستہ روکا جا سکے۔

امریکا ناکام کیوں؟

موسیٰ فرہاد

'لیو مینڈ ڈپلومیٹک' نامی فرانسیسی جریدے نے گزشتہ سال اپریل میں ایک تحقیقی رپورٹ پیش کی تھی۔ جریدے نے عالمی سطح پر بے انصافی کے حوالے سے حقوق کے ماہرین کی آراء پر مشتمل ایک رپورٹ میں دیگر ماہرین کے ساتھ امریکی ماہر حقوق 'کیون برٹ' کی گفتگو بھی نقل کی تھی۔ 57 سالہ پروفیسر کیون رابرٹ ہسپانوی نژاد یا سفید فام امریکی ہیں، جو میڈیسون شہر میں رہتے ہیں۔ سان فرانسسکو اور میڈیسون کی مشہور یونیورسٹیوں میں استاد اور نمایاں لیکچرر ہیں۔ انہیں مغرب میں سچ بولنے اور دوٹوک بات کرنے پر شہرت ملی ہے۔ انہیں زیادہ توجہ تب ملی، جب 'Truth jihad' نامی کتاب لکھی۔ وہ ہمیشہ ایسے موضوعات پر لیکچر دیتے ہیں کہ اسلامی دنیا اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کیوں ہمیشہ عدالتی بے انصافی پر مبنی فیصلہ کرتا ہے۔ پروفیسر کہتے ہیں کہ عالمی قانون کے مطابق افغانستان پر امریکی جارحیت ایک جنگی جرم ہے۔ جارحیت کرنے والے مجرم ہیں۔ جن لوگوں نے ان کا تعاون کیا ہے، وہ جنگی جرم کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ میں نہیں کہہ رہا، بلکہ عالمی قانون کہتا ہے کہ جارحیت سب سے بدترین جرم ہے۔ ان کے مقابلے میں کھڑا ہونا عین قانون پر عمل درآمد ہے۔ ان کا کہنا ہے جارحیت کے نتیجے میں فطری بات ہے کہ جارح فریق اپنے مفادات کی تلاش میں رہتا ہے۔ چاہے جس قیمت پر بھی ہو۔ جس کی وجہ سے جارحیت زدہ ملک میں عدالت، انصاف اور انسانی شرافت خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ امریکی ماہر حقوق کی یہ رائے افغانستان میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ امریکی سربراہی میں نیٹو کی جارحیت کے دوران سو فیصد ٹھیک نظر آئی۔ یہاں جمہوریت کے نام پر مطلق العنان آمریت، انصاف کی جگہ ظلم اور حکومت داری کی بجائے انارکی حاکم ہے۔ 2002 میں امریکی جارحیت کے نتیجے میں پہلے عبوری اور پھر منتخب حکومت قائم ہوئی۔ اس کے بعد سے اب تک ایک جیسی ہی حکومتیں قائم ہوتی رہی ہیں۔ ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے، جو عالمی قانون میں بھی اب تک وار لارڈز اور جنگی جرائم میں ملوث قرار دیے جاتے ہیں۔ میگزین کے مطابق کابل میں اقوام متحدہ کے اس وقت کے نمائندے لخذار ابراہیمی نے کہا کہ افغانستان کے حالات یہ بتاتے ہیں کہ زندہ لوگوں کے مسائل مردوں پر اور امن کو انصاف پر مقدم قرار دیا جائے۔ یعنی ان کا مطلب یہ تھا کہ یہاں جس نے بھی اور جتنے بھی قتل کیے ہیں، جیسے دوستم یا اس جیسے دوسرے جنگی کمانڈر، ان سے سابقہ قتل عام کے بارے میں نہ پوچھا جائے۔ کیوں کہ زندہ لوگ مردوں سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اپنی سکیورٹی مضبوط کرنی چاہیے۔ اگرچہ ظلم اور جبر سے ہو، انصاف کا نفاذ ضروری نہیں۔ یہ باتیں صرف لخذار ابراہیمی یا اقوام متحدہ کی رائے نہیں تھی، بلکہ پورے جارح اتحاد کی اسٹریٹجی تھی۔ یہ اس لیے کہ اقوام متحدہ تو افغان قضیے میں پہلے دن سے آج تک امریکی سیاست کے شدید دباؤ میں ہے۔

اقوام متحدہ اپنے مقصد کے برعکس صرف امریکی سیاست کے نفاذ کا ادارہ بن گیا ہے۔ خصوصا افغانستان کے قضیے میں جس طرح امریکا نے جنگی جرائم میں ملوث عناصر کو اپنی آغوش میں پناہ دے رکھی ہے، اسی طرح وہ لوگ اقوام متحدہ کے لیے بھی قابل قدر ہیں۔ لخذار ابراہیمی کی درج بالا گفتگو اس کی بہترین مثال ہے۔ یہی وجہ ہے امریکا، نیٹو اور افغان انتظامیہ اپنی پوری قوت بروئے کار لانے کے باوجود 19 سالوں میں امن قائم نہیں کر سکے۔ لخذار ابراہیمی کی طرح اس وقت کے امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ نے جنرل دوستم کے ساتھ معاہدے کے تحت ہتھیار ڈالنے والے طالبان کے بارے میں کہا تھا کہ 'انتہائی افسوس کی بات ہو گی کہ گرفتار ہونے والے دہشت گرد معاہدے اور مذاکرات کے تحت پھر آزاد ہو جائیں اور دہشت گردانہ کارروائیاں کریں۔' ماہرین کے مطابق اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ گفتگو ان حالات میں دوستم کی ملیشیا کے لیے طالبان قیدیوں کے قتل عام کا اشارہ تھی۔

ظلم اور جبر کے ذریعے امن کے قیام کی کوشش کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جون 2002 میں امریکی فوج نے صوبہ اروزگان میں ایک گاؤں پر بمباری کی، جس میں 48 افراد شہید ہو گئے۔ ان میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ اس واقعے میں 120 افراد زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ میڈیا میں ہائی لائٹ ہوا۔ بالآخر اقوام متحدہ نے تحقیقات کیں، مگر جریدے کی رپورٹ کے مطابق امریکی پروفیسر کے تناظر میں اقوام متحدہ نے امریکی طاقت کی وجہ سے اروزگان واقعے کی رپورٹ کو میڈیا کی اسٹوری نہ بننے دیا۔ اسی طرح 2008 اور 2009 میں عزیز آباد، بالا بلوک اور قندوز کے ضلع امام صاحب میں امریکی بمباریوں کے باعث سیکڑوں لوگ شہید ہو گئے، مگر یہ بھی خاموشی سے گزر گیا۔

امریکا، نیٹو اور کابل انتظامیہ بڑی دولت، طاقت اور ہمہ پہلو وسائل کے باوجود بیس سالوں میں سکیورٹی صورت حال اتنی نہ سنبھال سکے کہ کم از کم اپنی حفاظت کا انتظام کر لیتے، پورے ملک کی سکیورٹی اور کنٹرول تو دور کی بات ہے۔ یہ اس لیے کہ امن عدالت اور انصاف کے قیام سے آتا ہے۔ وحشت، طاقت اور ظلم و جبر سے نہیں۔ انصاف کے خاتمے کی سب سے بڑی وجہ جارحیت پسندوں کی جانب سے جنگی مجرموں کی حمایت اور مدد ہے۔ امریکی جارحیت سے قبل افغانستان میں طالبان نے مثالی امن قائم کر دیا تھا۔ باوجود یہ کہ حالیہ جارحیت پسندوں کے مقابلے میں ان کے وسائل بھی کم تھے۔ امریکی حقوق کے ماہر پروفیسر کیون برٹ کے مطابق طالبان نے انصاف کو ظلم پر ترجیح دی تھی۔ ظالم کا احتساب اور مظلوم کے تعاون کو اہمیت دی تھی۔ جس کے نتیجے میں امن اور انصاف قائم ہوا تھا۔

سیکورٹی کونسل میں مسلمانوں کی سیٹ؟

ابوظہیر

رواں سال اقوام متحدہ کے 74 ممالک کی سالانہ سربراہی کانفرنس سے ترکی کے صدر طیب اردگان کی تقریر دنیا بھر میں عام مسلمانوں کی جانب سے بہت سراہی گئی۔ انہوں نے خصوصاً اسرائیل کی غاصب انتظامیہ کے وجود اور اس کی جانب سے فلسطینی مسلمانوں پر جاری مظالم کے خلاف کھل کر گفتگو کی۔ انہوں نے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل پر اس بارے تنقید بھی کی کہ مسلمانوں کے حوالے سے ان کا کردار مشکوک اور یک طرفہ ہے۔ انہوں نے سلامتی کونسل میں کچھ کم دو ارب مسلمانوں کی نمائندگی کا قضیہ بھی جرات سے چھیڑا کہ مسلمانوں کو اس پوری کونسل میں نمائندگی نہیں دی گئی ہے۔ صرف پانچ بڑے ممالک کو نمائندگی دی گئی ہے۔ دیگر سیاسی مبصرین کے مطابق اقوام متحدہ میں انصاف کی جگہ بے انصافی جاری ہے۔ وہاں جمہوریت نہیں، بلکہ پانچ ممالک کی فرعونیت کا راج ہے۔

حقیقتاً اقوام متحدہ میں اہم فیصلوں کا اختیار سلامتی کونسل کے پاس ہے۔ سلامتی کونسل کا اختیار بھی امریکا، روس، چین، برطانیہ اور فرانس کے ہاتھوں میں ہے۔ ان میں سے ایک رکن ملک کی مرضی کے بغیر پوری دنیا اور دیگر اراکین کسی فیصلے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لیے اقوام متحدہ کا عالمی ادارہ دراصل ان پانچ ممالک سے ہی عبارت ہے۔ یہ پانچ ممالک ہی اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے اسٹیج سے پورے کرہ ارض پر کررہے ہیں۔ دنیا میں موجود تمام معدنی ذخائر کا اختیار بھی انہی کے پاس ہے۔ جس ملک میں بھی بڑے قدرتی ذخائر ہیں، اس ملک کو یہ لوگ اس ذخیرہ کی حفاظت یا نکالنے کا معاوضہ دیتے ہیں، باقی سب یہ اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے دنیا کے تمام ممالک اور حکومتیں اس بات پر مجبور ہیں کہ ان کے بلا کسی تعطل اور رکاوٹ کے تسلیم کرلیں۔

یہ بات ٹھیک اور بجا ہے کہ اقوام متحدہ میں جمہوریت کی جگہ فرعونیت راج ہے۔ اگرچہ یہ کوئی انکشاف نہیں ہے، بلکہ پہلے سے ہی اس پر بحثیں اور تجزیے ہو چکے ہیں۔ البتہ یہ حالات خود کو آزاد اور خود مختار سمجھنے والے اور خصوصاً اسلامی ممالک کے حوالے سے انتہائی افسوس ناک ہیں۔ وہ یہ سب کیسے برداشت کررہے ہیں؟ وہ اس کے خلاف کوئی آواز کیوں نہیں اٹھاتے۔ اس سال ترک صدر طیب اردگان نے جن جذبات کے ساتھ اسلامی دنیا کے حقوق کی آواز اٹھائی ہے، بلاشبہ وہ اس حوالے سے تعریف کے قابل ہیں۔ دنیا کے دیگر ممالک کو بھی ان کی پیروکاری کرنی چاہیے۔ پوری جرات کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کی ترجمانی وقت اور حالات کی ضرورت ہے۔

یہ پہلی بار نہیں ہوا کہ اقوام متحدہ میں مسلمانوں کو ان کی تعداد کے تناسب سے حقوق اور خصوصاً ویٹو پاور کا اختیار دینے کی بات کی گئی ہے، بلکہ اس سے قبل بھی اس حوالے سے مسلمان زعما کی جانب سے آوازیں اٹھائی گئیں، جن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ 2005 میں سعودی وزیر خارجہ سعود الفیصل نے بھی اقوام متحدہ میں مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ اٹھایا۔ یہ مطالبہ کیا کہ اگر سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کی تعداد میں اضافہ ہو سکتا ہے تو اسلامی ممالک کو بھی نمائندگی کا حق دیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اقوام متحدہ اگر دنیا کو واقعتاً انصاف دینا چاہتا ہے تو اسے چاہیے اسلامی دنیا کے ممالک کو حق دے کہ وہ سلامتی کونسل میں مستقل رکنیت پا سکیں۔ جس طرح امریکا، برطانیہ، فرانس، چین اور روس اپنے لوگوں کے حقوق کا دفاع کر سکتے ہیں، مسلمان بھی اپنا دفاع کر سکیں۔ سلامی کونسل کے غیر مستقل ارکان تو کسی بھی فیصلے کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے۔ پانچ مستقل ارکان میں سے ہر رکن کو یہ اختیار ہے کہ وہ پوری دنیا کی رائے منسوخ اور بے اثر کردے۔ یہ واضح طور پر بے انصافی اور ظلم ہے کہ ایک ملک اٹھ کر پوری دنیا کے برخلاف اپنی رائے کے دفاع کے لیے پوری دنیا کی رائے کو بیک جنبش قلم غلط قرار دے۔

اقوام متحدہ کے بہانے سے سیکورٹی کونسل کے پانچ مستقل ارکان دنیا کی سب سے زیادہ بااختیار قوت بن چکے ہیں۔ آہستہ آہستہ وہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کو عالمی حکومت کی شکل دینے کی کوشش کررہے ہیں۔ سائنس، ٹیکنالوجی، معیشت، صنعت و تجارت اور فوجی قوت میں ترقی پانے والے ممالک عملاً دنیا پر حاکم ہیں۔ ان

کی اس قوت اور حکومت کا سب سے مضبوط ذریعہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل ہے۔ اس میں سب سے بڑی بد دیانتی یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے قیام سے آج تک کوئی بھی اسلامی ملک اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے فیصلوں اور عزائم کے برخلاف کوئی ارادہ یا اختیار نہیں رکھتا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی جابر قوتیں اسلام کے نام پر مسلمانوں کا الگ وجود اور اسلامی ممالک کی الگ امتیازی حیثیت تسلیم نہیں کرتیں۔ اس کی سب سے مضبوط وجہ یہ بھی ہے کہ جس وقت اقوام متحدہ کا ادارہ قائم کیا جارہا اور اس کا تنظیمی خاکہ اور اہم فیصلے کیے جارہے تھے، اس وقت چند ممالک کو چھوڑ کر تمام اسلامی ممالک برطانیہ، فرانس اور سوویت یونین کی استعماری کالونیاں تھے۔ انہی کے پرچموں کے تحت قائم تھے۔ اس لیے اقوام متحدہ کی تشکیل، اس کے قانون کی تدوین اور اس کے لیے بنائے گئے میکانزم میں شریک نہیں تھے۔ اس طرح دنیا کے کفریہ ممالک، خصوصاً ان پانچ ممالک کو اپنی مرضی سے عالمی سوسائٹی کے حوالے سے خاکے اور قواعد وضوابط طے کرنے کا یک طرفہ موقع ہاتھ آگیا۔ انسانی حقوق کے نام سے جو اعلامیہ اقوام متحدہ کی اسمبلی سے منظور کیا گیا، اس کے مواد کے لیے بھی اصل اور ماخذ مغربی ثقافت اور فلسفہ قرار دیا گیا۔ اسلامی ہدایات اور تعلیمات کو یکسر نظر انداز کیا گیا۔ اسی لیے تو انسانی حقوق کے اکثر مادے اسلامی احکامات وتصریحات کے ساتھ متضاد ہیں۔ اب چوں کہ اسی اعلامیے کو عالمی قانون کا درجہ دیا گیا ہے، اس لیے سلامتی کونسل کی جانب سے جو بھی فیصلے ہوتے ہیں، اسی اعلامیے کے مطابق ہوتے ہیں۔ پھر اقوام متحدہ کی جانب سے پوری دنیا پر نافذ کیے جاتے ہیں۔

اس لیے جناب طیب اردگان یا اس سے قبل قذافی یا سعودی وزیر خارجہ کی جانب سے اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کے ارکان کے اضافے کی صورت میں اسلامی دنیا کو مستقل سیٹ دینی چاہیے۔ یہ ایک جائز اور ضروری مطالبہ ہے۔ اسلامی دنیا کے سیاسی مفکرین کے خیال میں باوجود یہ کہ یہ جائز اور ضروری ہے، مگر ادھورا ہے اور پورا نہیں ہے۔ انصاف پر مبنی اور قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ اقوام متحدہ کے حوالے سے اسلامی دنیا کو چاہیے کہ ایک بار نئے سرے سے غور کیا جائے۔ اس کے بعد اپنے مستقبل کے حوالے سے فیصلے کریں۔ اس کے لیے تین باتوں پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے:

- انسانی حقوق کا چارٹر صرف اور صرف مغربی فلسفے اور ثقافت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس میں بہت سی اسلامی تعلیمات اور احکام وقوانین کی نفی کی گئی ہے۔ اس لیے اس سے متعلق معاہدے اور عالمی معاہدوں پر پھر سے نظر ثانی کی ضرورت ہے۔
- جن ممالک کو عسکری اور ایٹمی ٹیکنالوجی کی اجازت دی گئی ہے، انہوں نے اپنی ضرورت سے زیادہ ایٹمی اسلحہ ذخیرہ کر رکھا ہے۔ دیگر ممالک پر اقوام متحدہ کے ذریعے پابندیاں لگادی گئی ہیں۔ اس پابندی کے زیادہ شکار اسلامی ممالک ہیں۔ اس لیے یہ قانون منصفانہ نہیں، بلکہ یک طرفہ ہے۔ اسلامی دنیا کی حق تلفی کے مترادف ہے۔ اس پر نظر ثانی ہونی چاہیے۔
- جن ممالک کو اقوام متحدہ میں ویٹو پاور دی گئی ہے، ان کے مقابل دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی انسانیت اور تقریباً 60 ممالک کو ایک سیٹ بھی نہیں دی گئی۔ جس کی وجہ سے عالمی فیصلوں میں توازن نہیں ہے۔ اسلامی ممالک کو اس میں شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ سکیورٹی کونسل میں سیٹ آبادی کو مدنظر رکھ کر دی جائے۔ وہ بھی صرف نمائشی سیٹ نہیں، بلکہ ویٹو پاور بھی دی جائے۔ کیوں کہ اس کے بغیر انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوسکتے۔

مسلمانوں کو اس حوالے سے آواز اٹھانی چاہیے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم 'اسلامی کانفرنس' کو کردار ادا کرنا چاہیے۔ اقوام متحدہ میں اصلاحات لانے کے حوالے سے آواز اٹھادی گئی ہے۔ دنیا کے دیگر اہم ممالک بھی چاہتے ہیں کہ اقوام متحدہ میں اصلاحات کی جائیں۔ یہ ادارہ پانچ ممالک کی اجارہ داری سے نکل جائے۔ اس پر بحثیں جاری ہیں کہ سکیورٹی کونسل میں اور بھی ممالک شامل ہونے چاہییں یا نہیں؟ افسوس کہ مسلمان ابھی تک ایک بیدار، خود دار اور سچی قیادت سے محروم ہیں۔ جس طرح اقوام متحدہ کی تشکیل کے وقت محروم تھے۔

فالی اللہ المشتکی۔

افغانوں کے گھر کیوں تباہ کیے جاتے ہیں؟

محمد بصیر

پچھلے دوسالوں سے امریکی فوج اور اس کے ماتحت افغان فوج نے اپنی زمینی اور فضائی کارروائیوں کو بڑھادیا ہے۔ جس کی وجہ سے جنگ میں شدت آئی ہے۔ سفاک دشمن کے فوجی آپریشن میں روزانہ درجنوں شہری، مکانات، باغات اور رہائش گاہیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اتحادی فوج فضائی حملوں، چھاپوں اور ٹارگٹڈ کارروائیوں میں جان بوجھ کر شہریوں کے گھروں کو تباہ کرتی ہے۔ سویلین املاک کا جنگ سے کیا تعلق ہے؟ مسلح فوج اکثر اس وقت شہری بستیوں کو تباہ کرتی ہے، جب وہ وہاں سے حملے کا خطرہ محسوس کرے تو وہ پہلے اس جگہ کو نشانہ بناتی ہے۔ اگرچہ وہاں عام لوگ موجود ہوں۔ اس طرح کی تباہی کا ایک واقعہ 6 اکتوبر 2010 کو قندھار کے ضلع ارغنداب کے تاروک کلاچہ نامی گاؤں میں پیش آیا۔ جب امریکی فوج نے اس گاؤں پر حملہ کر کے اسے مکمل تباہ کر دیا۔

امریکی جارحیت کے بعد 2010 افغانستان میں تعینات غیر ملکی فوج کا خونریز سال تھا۔ اس سال افغانستان میں اوباما کی نئی حکمت عملی کے تحت ایک لاکھ امریکی فوجی تعینات کیے گئے۔ casualties 1 کی جانب سے عراق اور افغانستان میں امریکی اور نیٹو فوج کی ہلاکتوں کے اعداد وشمار جاری کرنے کے مطابق 2010 میں افغانستان میں 710 غیر ملکی فوجی ہلاک ہوئے۔ (یہ پچھلے اٹھارہ سالوں میں سب سے زیادہ تعداد ہے۔) ٹرمپ کی پالیسی کی طرح 2010 میں بھی امریکی فوج نے اپنی طاقت کا بھرپور استعمال کیا، تاکہ طالبان کو مذاکرات پر مجبور کیا جائے۔ تب بھی امریکی پالیسی ناکام ثابت ہوئی اور وہ آج ایک بار پھر ناکام پالیسی دہرا رہا ہے۔

6 اکتوبر 2010 کو Combined Joint Task Force 1-320 نے ضلع ارغنداب کے تاروک کلاچہ گاؤں پر شدید بمباری کی اور مارٹر گولے فائر کیے۔ سفاک دشمن نے 49200 پاؤنڈ وزنی بموں اور راکٹوں سے اس گاؤں کو نشانہ بنا کر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اسی طرح اس کے قریبی دیہاتوں پر بھی بموں کی بارش کر دی۔ 1-320 اسپیشل فورس کے کمانڈر کرنل ڈیوڈ فلین نے کہا کہ یہ گاؤں اس لیے تباہ کیا گیا کہ طالبان نے بارودی سرنگوں سے اس کے تمام راستے بند کیے تھے۔ لہٰذا اس کو تباہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ فلین کے مطابق ہر 60 میٹر کے فاصلے پر ایک بم رکھا گیا تھا۔ امریکی فوج اس گاؤں میں داخل ہونے کے لیے تین ماہ سے کوشش کر رہی تھیں، لیکن وہ ناکام رہی۔ فلین کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس گاؤں کے لوگوں کو بلایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ بارودی سرنگوں کی نشان دہی کریں، بصورت دیگر ان کے گھر تباہ کر دیے جائیں گے۔ 6 اکتوبر کو امریکی فوج نے اس گاؤں پر فضائی اور زمینی حملہ کیا اور اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

بعد ازاں امریکی فوج نے لوگوں کے دل ودماغ جیتنے کے لیے اس گاؤں کی تعمیر شروع کر دی۔ نیویارک ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکی فوج نے قندھار میں 2010 میں ستمبر سے نومبر تک فضائی حملوں اور توپ خانوں سے 174 گھر تباہ کیے۔ حال ہی میں افغان فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے ملی خیل گاؤں میں شہری مکانات کو اس لیے تباہ کر دیا کہ وہاں سے طالبان ان پر حملے کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ امریکی فوج طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں مساجد کو طالبان کا مراکز سمجھتی ہے۔ وہ چھاپوں کے دوران مساجد کو شہید کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ کسی علاقے پر قبضے کی کوشش میں ناکامی کے بعد بھی دشمن حواس باختہ ہوتا ہے۔ وہ مساجد اور شہری املاک کو نشانہ بناتا ہے۔ ہم نے کئی ایسے واقعات دیکھے اور سنے ہیں کہ سفاک دشمن جب کسی علاقے سے انخلا کرتا ہے تو وہ جانے سے پہلے عام شہریوں کے گاؤں اور مکانات تباہ کر دیتا ہے۔

تاہم شہری آبادی کو نشانہ بنانے اور ان کی املاک تباہ کرنے سے عوام میں فوج کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دشمن کے لیے ایسے واقعات سے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔ شہری املاک کو جان بوجھ کر نشانہ بنانا جنیوا کے چوتھے کنونشن کے آرٹیکل 33 کی خلاف ورزی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں مشترکہ فوج سول رہائش گاہوں اور دیگر مکانات کو اس لیے تباہ کرتی ہے کہ وہاں سے ان پر حملے کا خطرہ نہ رہے۔ ان ظالمانہ کارروائیوں کے نتیجے میں فوج کے خلاف عوام میں نفرت کی جو لہر پیدا ہوئی ہے، وہ قابل غور پہلو ہے۔ جب عوام میں فوج کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے تو مزاحمت میں شدت آتی ہے۔ ویسے بھی مذہب، ملک اور قوم کے لحاظ سے افغان عوام اور مغربی فوج کی تہذیب میں بہت فرق ہے۔ تاریخ سے بھی یہ ثابت ہے کہ افغان عوام نے کبھی بھی غیر ملکی قوتوں کا قبضہ برداشت کیا ہے اور نہ ہی ان کی مداخلت برداشت کرتی ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں جب بھی کسی استعماری قوت نے افغانستان پر حملہ کیا تو افغان عوام نے منہ توڑ جواب دیا ہے۔ انگریز سامراج، سوویت یونین اور امریکا کی ذلت آمیز شکست ہمارے سامنے ہے۔ امریکا کو چاہیے وہ سابقہ غلطیوں سے سیکھے۔ شہری آبادی کو نشانہ بنانے اور خوف وہراس پھیلانے کی پالیسی ترک کر کے افغانستان سے انخلا کے لیے سنجیدہ مذاکرات کی راہ اپنائے۔ افغان عوام کو اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے دے، تاکہ افغانستان اور خطے میں امن قائم رہے۔

جب تک افغانستان میں امن قائم نہیں ہوگا، خطے اور علاقائی ممالک میں بھی استحکام نہیں آسکتا۔ افغان جنگ کی آگ کے شعلوں سے پورا خطہ متاثر ہے۔ افغانستان کے پڑوسی ممالک کو چاہیے، وہ امریکی فوج کے مظالم کے خلاف آواز اٹھائیں۔ عام شہریوں کو نشانہ بنانے کی مذمت کریں۔ قیام امن کے لیے سیاسی اور سفارتی لحاظ سے کوشش تیز کریں۔ امریکا کو دوبارہ امن مذاکرات شروع کرنے پر مجبور کریں۔ جب افغانستان میں امن آئے گا تو پورے خطے میں امن آئے گا۔ جس سے سیاسی اور معاشی استحکام آئے گا۔ یہی سب کے مفاد میں ہے۔

عرب کی بہار سے داعش کی خزاں تک

حسن مومند

امریکا نے مشرق وسطی اور مغربی ایشیاء سے واپسی کا اعلان کیا ہے۔ امریکا نے متعدد ایسے اقدامات بھی اٹھائے ہیں، جن سے اس کی واپسی کا پتہ چلتا ہے۔ کچھ دن پہلے ایک امریکی فوجی آپریشن کے نتیجے میں داعش کے سربراہ ابو بکر البغدادی کی ہلاکت کا اعلان خود ٹرمپ نے کیا۔ اس نے امریکا کی واپسی پر مہر ثبت کر دی۔ واضح رہے رواں سال کے آغاز سے داعش کے خاتمے کے دعوے کیے جا رہے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ روس، ایران اور شامی حکومت نے داعش کی تباہی کو اپنی کامیابی قرار دیا اور امریکا نے عراق میں شدت پسند گروہ کی جڑیں کاٹنے کا دعوی کیا۔ تاہم ابو بکر بغدادی کو مارنے سے امریکا نے اپنا پلڑا بھاری کر دیا۔

ٹرمپ، فوجی قیادت اور وزارت خارجہ کی ٹیم نے امریکا میں ایک خصوصی کمرے سے بغدادی کے خلاف آپریشن کی نگرانی کی۔ امریکا کا کہنا ہے کہ منصوبے کے مطابق امریکی اسپیشل فورس کے ہیلی کاپٹر 26 اکتوبر کی شام 5 بجے ایک نامعلوم مقام سے پرواز کر کے 70 منٹ بعد اپنی منزل پر پہنچا۔ ہیلی کاپٹر کا ہدف ترکی سرحد کے پانچ کلو میٹر دور شام کے صوبہ ادلب کے علاقے باریشہ میں ایک مکان تھا۔ امریکا کا کہنا ہے کہ اس عمارت تک پہنچ کر ہیلی کاپٹر سے فائر کیا گیا۔ آدھے گھنٹے تک فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ آدھ گھنٹے کے بعد ہیلی کاپٹر زمین پر اترا اور فوج نے زمینی آپریشن شروع کیا۔ اس عمارت کے مرکزی دروازے میں بارودی سرنگیں بچھائی گئی تھیں، اس لیے فوجی دیواروں میں سوراخ کر کے وہاں سے اندر داخل ہوئے۔ اس مکان کے اندر سرنگیں کھودی گئی تھیں۔ امریکی فوجی اپنے کتوں کی مدد سے سرنگوں میں داخل ہوئے۔ امریکی فوج سے حفاظت کے لیے بغدادی سرنگ میں داخل ہوئے، لیکن وہ آگے بند تھی، اس لیے انہوں نے خود کو بارودی مواد سے اڑا لیا۔ جس کے باعث وہ اور ان کے تین بچے موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ ان کا جسم ناقابل شناخت ہو گیا۔ ان کی شناخت اور موت کی تصدیق کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کروائے گئے۔ اس کے بعد ٹرمپ نے ان کی موت کا باقاعدہ اعلان کیا۔ امریکا کا کہنا ہے کہ اس کارروائی میں بغدادی کی خواتین بھی جاں بحق ہو گئیں۔ جب کہ گیارہ بچوں کو زندہ نکالا گیا۔ امریکا نے یہ دعوی بھی کیا کہ اس کارروائی میں کوئی امریکی فوجی ہلاک نہیں ہوا۔

کہا جاتا ہے ترک فوج نے بغدادی کے ایک قریبی ساتھی کو گرفتار کیا تھا۔ اس کو عراق میں امریکی فوج کے حوالے کیا تھا۔ امریکی فوج نے اس کی مدد سے بغدادی کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ان کے ٹھکانے کا سراغ لگایا۔ امریکا کا کہنا ہے رواں سال کے وسط میں پتا چلا کہ بغدادی شام کے شہر ادلب میں روپوش ہیں۔ گزشتہ پانچ ماہ سے سیٹلائٹ کی مدد سے ان کی نگرانی کی جاتی رہی ہے۔ جب وہ اس عمارت میں داخل ہوئے تو ان کے خلاف فوجی آپریشن کا حکم دیا گیا۔ امریکا کا کہنا ہے حملے کے لیے پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر ترکی کی فضائی حدود اور روس کے زیر کنٹرول علاقوں سے گزرے تھے۔ ٹرمپ کا کہنا ہے اگرچہ روسی رابطے میں نہیں تھے، تاہم انہوں نے مزاحمت کے بجائے تعاون کیا۔ بہت سے تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ بغدادی کا قتل کوئی حادثاتی واقعہ نہیں تھا۔ یہ واقعہ امریکا کی فوجی پالیسی کے تحت پیش آیا۔ اس واقعے سے امریکا کے عزائم بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ عسکری ماہرین کے مطابق اب امریکا دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ مشرق وسطی میں اس کا مشن مکمل ہو گیا ہے۔ اگر وہ انخلا کرنا چاہتا ہے تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اگر یہ سچ ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ جب امریکا نے جن اہداف کے تحت عراق پر حملہ کیا، ان سے کون سا ہدف حاصل کیا؟ یمن میں جنگ جاری ہے۔ لبنان میں لوگ حکومت کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ سعد الحریری مستعفی ہونے پر مجبور ہیں۔ عراق میں عوام نے امریکی زیر قیادت حکومت کے خلاف بغاوت کی ہے۔ خلیج میں ایران کے ساتھ تنازعات اور آبنائے ہرمز کے بارے میں اختلافات اور کشیدگی عروج پر ہے۔ عراق، شام، یمن اور لبنان میں ایران کی مداخلت، اثر و رسوخ، اہل تشیع کے مسلح گروپوں کی کھلی حمایت اور ہتھیار فراہم کرنے اور ان کے ساتھ شانہ بشانہ لڑنے سے امریکا کے اتحادی عرب ممالک کو گہری تشویش ہے۔ ان حالات

میں ٹرمپ نے شام کے ان علاقوں سے امریکی فوج کے انخلا کا اعلان کیا، جو امریکی فوج اور کرد ملیشیا کے زیر کنٹرول تھے۔

اگر امریکا واقعی مشرق وسطی سے انخلا چاہتا ہے تو وہ کون سا بہانہ تلاش کرے گا؟ وہ یہاں رہنے اور اپنا قبضہ جاری رکھنے کے جو جواز پیش کر رہا تھا، ان میں سے کتنے مقاصد حاصل ہوئے؟ امریکا کے اعتراف کے مطابق بغدادی کے قتل سے داعش کی کہانی ختم ہوگئی ہے۔ البتہ دنیا جانتی ہے داعش کے خلاف فوجی کارروائیوں میں پانچ لاکھ سے زیادہ شامی شہری اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ 12 ملین لوگ نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ شام کھنڈر بن گیا ہے۔ جب کہ داعش کی کارروائیوں میں کتنے افراد قتل ہوئے، ان کی تعداد تو کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ کیا اتنی بڑی تباہی اور قتل عام امریکا کا مقصود تھا؟ عرب دنیا میں حکمرانوں کے خلاف 'عرب بہار' کے نام پر عوام کی تحریک وقت گزرنے کے ساتھ طاقتور اور انتہائی خوف ناک شکل اختیار کر گئی۔ مغرب نے ان مظاہروں کا فرانسیسی اور روسی انقلابات سے موازنہ کیا اور عرب ممالک کی آمریت سے آزادی حاصل کرنے اور جمہوریت کو پروان چڑھانے کا دعوی کیا۔

یہ مغرب کی جمہوریت تھی اور اسی جمہوریت کی خوشخبری دی جا رہی تھی۔ امریکا، نیٹو اور اقوام متحدہ نے دوغلی پالیسی اختیار کی۔ لیبیا میں قذافی کی حکومت کے خلاف کچھ لوگوں نے احتجاج کیا، جس کے خلاف قذافی حکومت نے ایکشن لیا۔ جس کے نتیجے میں متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ امریکا نے نیٹو کے ساتھ مل کر لیبیا پر حملہ کرنے کے لیے سلامتی کونسل سے منظوری لی اور پھر لیبیا پر فضائی حملے کیے۔ جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ قتل ہوگئے۔ حکومت گر گئی اور خوشحال ملک لیبیا جس بدترین صورتحال سے دوچار ہوا، وہ سب کے سامنے ہے۔ اب عراق میں بدعنوانی، بے روزگاری، اشیا کی بڑھتی ہوئی قیمتیں، غربت اور زوال پذیر معیشت کے خلاف ملک گیر احتجاج جاری ہے۔ عراق کے ہر شہر میں فوج تعینات کی گئی ہے۔ بغداد سمیت عراق کے تمام شہروں میں رات کو کرفیو لگا ہوا ہے۔ اب تک سرکاری سکیورٹی فورسز کی جانب سے 250 سے زیادہ عام شہری جاں بحق اور 5 ہزار سے زیادہ زخمی ہو چکے ہیں۔ اگر امریکا واقعی مشرق وسطی سے فرار ہو رہا ہے تو ایسا لگتا ہے امریکا کی خالی جگہ روس اور اس کا حامی چین بھریں گے۔ یہ واضح نہیں ہے کہ ان کا مشن اور طریقہ کار امریکا سے مختلف ہوگا؟

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ بغدادی کی موت سے داعش ختم ہوگئی۔ البتہ ایسا نہیں ہے۔ داعش کس کی پیداوار ہے، سبھی جانتے ہیں۔ جب مسلم نوجوان داعش میں شامل ہوتے ہیں، وہ کسی اور جذبے سے وہاں جا رہے ہیں۔ انہیں داعش کے خفیہ عزائم کا پتہ نہیں ہے۔ اب یہ انتہا پسند نظریہ بن چکا ہے۔ جو قائد کی موت سے اس پر کوئی خاص منفی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ تنظیم کمزور اور کئی گروہوں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ مکمل طور پر اس کا خاتمہ مشکل ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مشرق وسطی میں ایسے عسکریت پسند گروہوں کی موجودگی مغرب کی بہت ضرورت ہے۔ لہذا مغرب اس کا خاتمہ ہرگز نہیں چاہتا۔

امریکا ایران کے ساتھ کھلے عام دشمنی کر رہا ہے۔ ایران واضح طور پر امریکا کے خلاف بہت زیادہ نفرت انگیز تبصرے کر رہا ہے۔ اگر ایران امریکا کے خلاف اس سے بھی زیادہ خطرناک لہجہ اختیار کرے، تب بھی امریکا ایران کے خلاف لیبیا جیسی کارروائی نہیں کرے گا۔ کیوں کہ امریکا عرب ممالک پر ایران کا مصنوعی خوف برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ سعودیہ جیسے دولت مند ملک امریکا اور مغرب سے جنگی طیارے، اسلحہ اور فوجی سازوسامان خریدتے رہیں اور ان کے ہتھیاروں کی فیکٹریاں چلتی رہیں۔ امریکا جس طرح ایران کا مصنوعی خوف برقرار رکھنا چاہتا ہے، اسی طرح عرب ممالک میں داعش کا خوف بھی برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ اس طریقے سے بھی وہ مقاصد حاصل کرے۔ ان حملوں کے خوف سے وہ ہمیشہ ان مسلمانوں کو زیر عتاب رکھے، جنہوں نے امریکی جارحیت کے خلاف جنگ لڑی ہے۔

امریکا کوشش کر رہا ہے کہ تمام جذباتی نوجوانوں کو داعش میں شامل کر کے مشرق وسطی کے تمام علاقوں کو غزہ بنا دے۔ تاکہ وہ ہمیشہ دباؤ میں رہیں۔ افغانستان میں داعش کو پروان چڑھانے کے ہم چشم دید گواہ ہیں۔ یہ بات تمام قارئین کو بخوبی معلوم ہے کہ جوزجان سے لے کر کنڑ اور ننگرہار تک امارت اسلامیہ کے غیور مجاہدین نے داعش کا پیچھا کیا۔ داعش کے شدت پسندوں کا محاصرہ کیا تو امریکا کی ہدایت پر کابل انتظامیہ نے کس طرح انہیں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مجاہدین کے گھیرے سے نکال کر خفیہ مقامات پر منتقل کیا۔ مختصر یہ کہ ابوبکر بغدادی کی ہلاکت سے داعش پر خزاں ضرور آئی ہے، تاہم اس کا مکمل خاتمہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالی کا کیا فیصلہ ہوگا؟ اللہ تعالی بہتر جانتے ہیں۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ تب تک داعش کا خاتمہ ممکن نہیں، جب تک اس کی موجودگی دنیا کی طاقتوں کے لیے فائدہ بخش رہے گی۔

نیٹو کا ماضی، حال اور مستقبل

بشیر ارمان

1949ء کو سرد جنگ کے آغاز میں کئی مغربی ممالک نے 'نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن' کے نام سے اپنے ممالک کے دفاع کے لیے ایک فوجی اور سیاسی اتحاد کی بنیاد رکھی۔ اس وقت دنیا دوسری جنگ عظیم سے نکلنے کے طور پر سکھ کا سانس لے رہی تھی۔ امریکا اور کینیڈا سمیت گیارہ یورپی ممالک نے نیٹو اتحاد بنایا۔ جس کا واحد مقصد اور ہدف سوویت یونین کا مقابلہ اور اس کی قوت کا خاتمہ تھا۔ سوویت یونین نے فاتح ہونے کی وجہ بڑی تعداد میں اپنی فوجیں مشرقی یورپ میں تعینات کی تھیں۔ ماسکو جرمنی کے ساتھ کئی ممالک پر اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جرمنی کے دارالحکومت برلن پر دوسری جنگ عظیم کی فاتح قوتوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ 1948ء میں سوویت یونین کے رہنما جوزف اسٹالن نے برلن کے مغربی حصے کا محاصرہ شروع کیا، جو اس وقت امریکا، برطانیہ اور فرانس کے قبضے میں تھا۔

سوویت یونین کا خطرہ روکنے کے لیے امریکی اور یورپی ممالک نے اتحادی قوت تیار کرنے کی جدوجہد تیز کر دی۔ 1949ء میں امریکا سمیت گیارہ دیگر ممالک 'برطانیہ، فرانس، کینیڈا، ناورے، بیلجیئم، ناروے، ڈنمارک، نیوزی لینڈ، پرتگال، آئس لینڈ اور لکسمبرگ' نے اس فوجی اور سیاسی اتحاد کی بنیاد رکھی۔ 1952ء میں یونان اور ترکی بھی اس میں شامل ہوگئے۔ 1955ء میں مغربی جرمنی بھی اس اتحاد کا حصہ بنا۔ 1999ء کے بعد مشرقی بلاک کے ممالک کی شمولیت کو خوش آمدید کہا گیا۔ اس طرح اس کے رکن ممالک کی تعداد 29 ہوگئی۔ مونٹینگرو آخری ملک تھا، جس نے 1971ء میں نیٹو کی رکنیت حاصل کی۔

نیٹو اتحاد کا بنیادی ہدف بحر ظلمات کی شمالی جانب واقع ممالک کے درمیان مشترکہ دفاعی نظام کا قیام، خطے میں امن واستحکام، رکن ممالک کی آزادی اور اپنے تاریخی اور ثقافتی ورثے کی حفاظت تھا۔ نیٹو کے معاہدے کے مطابق نیٹو کے کسی بھی رکن ملک پر حملہ نیٹو کے تمام رکن ممالک پر حملہ تصور ہوگا۔ وہ سب مل کر اس کا دفاع کریں گے۔ اسی طرح نیٹو اتحاد یورپی ممالک کے امن اور سلامتی کو شمالی امریکا کے امن سے علیحدہ تصور نہیں کرتا۔ نیٹو سوویت یونین اور کمیونزم کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا تھا۔ جب افغانستان میں سوویت یونین نے ذلت آمیز شکست کھائی تو نیٹو نے بہادری دکھاتے ہوئے اپنی سرحد ماسکو سے صرف ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلے تک پہنچادی۔

سرد جنگ کے خاتمے اور سوویت یونین کے خاتمے کا مطلب یہ نہیں امریکا کے روس بارے تمام خدشات ختم ہوگئے ہیں اور مجموعی طور پر یورپ ماسکو کی طرف سے بے فکر ہے۔ 2003ء میں نیٹو کے ایک اعلیٰ عہدیدار جیمی شیا نے اپنے ایک خطاب میں کہا تھا کہ 'کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کمیونزم کے اس طرح اچانک خاتمے کے بعد دنیا جنت بن جائے گی۔ ایک ایسا روشن دور جس میں اتحادی افواج زندہ رہ سکیں یا دفاع کے بغیر زندگی گزار سکتی ہوں۔' یہ بھی حقیقت ہے کہ سوویت یونین فوجی لحاظ سے نہایت طاقتور تھا۔ یوگوسلاویہ کے خاتمے کے بعد 1990ء میں جنگ ایک مرتبہ پھر یورپ میں داخل ہوئی، جس میں نیٹو نے اپنے کردار کو ایک مداخلت کرنے والی تنظیم کے طور پر ادا کیا۔ نائن الیون کے بہانے نیٹو نے سب سے پہلے 2001ء میں یورپ سے باہر قدم رکھا اور

امریکا کی رہنمائی میں افغانستان پر چڑھائی کی۔ اس کے بعد ہزاروں کی تعداد میں نیٹو اور امریکی افواج افغانستان میں تعینات رہی ہیں۔ ان افواج کو امارت اسلامیہ 'جارحیت پسند' افواج کا نام دیتی ہے۔ ہم ان کی جارحیت کو بین الاقوامی قوانین کے منافی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے افغان قوم کی آزادی کو طاقت کے بل بوتے پاؤں تلے روندا ہے۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نیٹو اتحاد پر تنقید کرتے رہتے ہیں۔ 2016ء میں وہ صدارتی امیدوار منتخب ہوئے تو انہوں نے نیٹو کو ایک فرسودہ تنظیم قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ نیٹو اتحاد ختم ہو جائے، تب بھی امریکا کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ ٹرمپ کو شکایت ہے کہ واشنگٹن دوسرے ممالک کی نسبت نیٹو پر زیادہ پیسہ خرچ کر رہا ہے۔ ٹرمپ نے 2018ء میں بھی اپنی ایک ٹویٹ میں یہ شکایت دوبارہ دہرائی اور کہا کہ نیٹو پر خرچ ہونے والا 70 فیصد بجٹ امریکا ادا کرتا ہے، جب کہ 30 فیصد باقی رکن ممالک ادا کرتے ہیں۔

اسلامی ممالک میں ترکی واحد ملک ہے، جو 1951ء سے نیٹو اتحاد کا حصہ ہے۔ امسال اکتوبر میں فوجی مداخلت اور کرد فوج کے خلاف حملوں کے بعد نیٹو اتحاد میں دراڑیں پڑنے لگی ہیں۔ ترکی کے فوجی ایکشن کے ردِ عمل میں یورپی یونین کی جانب سے ترکی کو بیچی جانے والی فوجی مصنوعات کا معاہدہ معطل کر دیا گیا ہے۔ یہ اقدام اٹھانے والے کل 28 ممالک ہیں، جن میں 22 نیٹو اتحاد کے ارکان ہیں۔ اس کے جواب میں ترکی نے روس سے روابط بڑھا لیے ہیں۔ ترکی نے امریکی مخالفت کے باوجود روس سے ' ایس-400' نامی میزائل درآمد کرنے کے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ یاد رہے اس سے قبل 2013ء میں امریکا کی کوشش تھی کہ امریکا اپنا دفاعی میزائل سسٹم 'پیٹریاٹ' ترکی کو فروخت کرے، لیکن اردوگان صرف میزائل خریدنے پر آمادہ نہ ہوئے، بلکہ وہ مذکورہ ٹیکنالوجی ترکی لانا چاہتے تھے۔ جس کی وجہ امریکا اور ترکی کے درمیان یہ معاہدہ تعطل کا شکار رہا۔ یاد رہے ترکی ان پانچ نیٹو رکن ممالک میں بھی شامل ہے، جہاں امریکا کے ایٹمی ہتھیار موجود ہیں۔

نیٹو کے مستقبل کا تعلق روس کے ساتھ جڑا ہوا ہے کہ روس اس وقت کہاں کھڑا ہے۔ نیٹو کے سابق جنرل سیکرٹری الیگزینڈر ورشبو نے رواں سال کے آغاز میں میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'جب تک ہمارے سامنے روس کی طرح جارح رقیب موجود ہوں، تب تک ہمیں ایک اجتماعی دفاعی فورس (نیٹو) کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔' اس سے ظاہر ہوتا ہے نیٹو مزید کئی عشروں تک اپنا وجود برقرار رکھے گا۔ دوسری جانب ٹرمپ کی شکایات کے باوجود کانگرس نے نیٹو سے نکلنے کے لیے پیش کی جانے والی قانون کی مخالفت میں ووٹ دیے ہیں۔ جب کہ ری پبلکن اور ڈیموکریٹس نے اس کی بھرپور حمایت کی۔ اس بل کے حق میں 357، جب کہ مخالفت میں صرف 22 ووٹ آئے۔ اس ماہ نیٹو اپنی 70 ویں سالگرہ منا رہا ہے۔ نیٹو رکن ممالک اپنے اتحاد کو تاریخ کا کامیاب اتحاد کہتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے مستقبل پر سوالات اٹھ رہے ہیں۔ کیا 70 سال گزرنے کے بعد اور مختلف ترجیحات کے ساتھ ایک نئی دنیا میں اس قسم کے اتحاد کی اب بھی ضرورت باقی رہ گئی ہے؟

اس میں شک نہیں کہ افغانستان میں نیٹو اور امریکا کی شکست کے بعد ان ممالک میں وہ پرانی ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔ پہلی مرتبہ امریکا، فرانس اور ترکی کی طرف سے نیٹو پر تنقید ہو رہی ہے۔ جس کو دیکھتے ہوئے سیاسی مبصرین کے مطابق جس طرح سوویت یونین کی شکست کے بعد وارسا کا معاہدہ ختم اور ایک تاریخی ورثہ شمار ہونے لگا، بالکل اسی طرح افغانستان میں امریکی شکست کے بعد نیٹو کا معاہدہ ختم اور ان کا اتحاد ٹوٹ جائے گا۔

جھوٹی امیدیں

محمد صارم

کہا جاتا ہے ڈوبتا ہوا شخص تنکے کا بھی سہارا لیتا ہے۔ حالانکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس سے وہ بچ نہیں سکتا۔ پانی میں ڈوبنے سے پہلے یہ بھی ایک ادنی کوشش ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس کے علاوہ اسے کوئی دوسرا راستہ نظر بھی نہیں آتا۔ ایسی ہی ان لوگوں اور قوتوں کی مثال ہے، جو اپنی تمام تر توانائیاں صَرف کرنے کے باوجود نتائج سے مکمل محروم رہے ہوں۔ انہیں امید کی کوئی کرن نظر نہ آ رہی ہو تو بعد میں وہ کچھ ایسے ہی اقدامات کرتے ہیں، جو نہایت ہی مضحکہ خیز اور حیران کن ہوتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ، افغانستان میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ افغانستان پر امریکا کی مسلط کردہ کٹھ پتلی حکومت کی ناکامی، کرپشن اور نااہلی سمیت کئی عیوب دنیا کو معلوم ہیں۔ نااہلی اور کرپشن پر آزاد عالمی ذرائع ابلاغ میں کئی رپورٹس سامنے آچکی ہیں۔ اس کے باوجود بعض ناخلف اور دجالی میڈیا کے اینکرز اس کے سیاہ کارناموں کو سفید ثابت کرنے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔

انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم، عالمی عدالت انصاف اور سیگار نے گزشتہ ماہ ان تمام جرائم، رازوں اور حقائق کو منظر عام پر لایا ہے، جن کی کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی۔ انسانی حقوق کی تنظیم نے 30 اکتوبر کو شائع ہونے والی اپنی رپورٹ میں افغانستان، امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کے جنگی جرائم سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ کہا ہے کہ امریکی خفیہ ایجنسی سی۔ آئی۔ اے افغانستان میں بڑے پیمانے پر انسانی حقوق پامال کرنے کی مرتکب ہوئی ہے۔ رپورٹ میں سخت تاکید کی گئی ہے کہ ان تمام جرائم میں ملوث کٹھ پتلی افغان خفیہ ایجنسی کے 03، 02، 01 اور 04 بریگیڈ کے خصوصی مسلح جتھے ہیں۔ اس لیے کابل انتظامیہ ان مسلح گروہوں کو تحلیل کرے۔ کابل انتظامیہ کی اٹھارہ سالہ غلامی کے نتیجے میں جو کٹھ پتلی فوج افغان آرمی کے نام سے بنائی گئی، جس پر بڑی حد تک امریکا اور کابل انتظامیہ کو ناز تھا، وہ طالبان کے سامنے بھیگی بلی بن جاتی ہے۔ آئے روز سیکڑوں فوجی طالبان کے خوف سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں، جب کہ سیکڑوں ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں سیگار نے حال ہی میں ایک رپورٹ امریکی کانگریس کو بھیجی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ افغان فورسز دفاعی پوزیشن پر آگئی ہے، جس کی وجہ سے ان کے نقصانات میں 60 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ سیگار نے لکھا کہ گزشتہ تین ماہ سے افغان فورسز دفاعی حالت میں ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے نقصانات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اگر اس کا موازنہ گزشتہ سال سے کیا جائے تو اس سال کے تین ماہ میں افغان فوج کے نقصانات میں 5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق طالبان کے حملوں کے اثرات 5 فیصد بڑھ گئے ہیں۔ جب کہ افغان انتظامیہ ہمیشہ اپنے نقصانات کی صحیح تعداد میڈیا سے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے۔

10 نومبر کو سیگار کی رپورٹ منظر عام پر آئی، جس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ کابل انتظامیہ کے سکیورٹی اہل کاروں کی بڑی تعداد منشیات کی عادی اور اس کی کاشت میں ملوث ہے۔ سیگار کا کہنا ہے کہ امریکا نے افغانستان میں منشیات کے خلاف مہم پر اربوں ڈالرز خرچ کیے ہیں، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ وائس آف امریکا نے بھی مذکورہ رپورٹ کے حوالے سے لکھا ہے کہ 2002ء کے بعد امریکا نے منشیات کی روک تھام پر 8 ارب ڈالرز خرچ کیے ہیں۔ اس کے باوجود یہ ملک پوری دنیا میں منشیات پیدا کرنے والے ممالک میں دوسرے نمبر پر ہے۔ جب کہ کابل انتظامیہ کے سکیورٹی اہل کاروں کی بڑی تعداد منشیات کی کاشت اور سمگلنگ میں ملوث ہیں۔

رپورٹ کے مطابق منشیات کے خلاف حکومتی مہم بے نتیجہ رہی ہے۔ جب کہ امسال منشیات کی کاشت اور پیداوار میں جو کمی دیکھی گئی ہے، وہ حکومتی اقدامات کی وجہ سے نہیں، بلکہ موسمیاتی تبدیلیوں اور بارشوں کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ان تمام حقائق کے ساتھ امریکی حکومت اپنی حیثیت اور دعوؤں کے ساتھ اس طرح کے اقدامات کرتی دکھائی دیتی ہے، جو سیاست کے میدان میں اس کی کمزوری اور انحطاط کو ظاہر کرتے ہیں۔ کابل انتظامیہ تمام سیاسی، سماجی، عسکری اور انتظامی لحاظ سے اپنا مقام کھو چکی ہے۔ امریکا کی طرف سے مدد اور اس پر تکیہ امریکا کی حیثیت کو خاک میں ملانے کے مترادف ہے۔ اس حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے دنیا کے کئی ممالک نے افغان کٹھ پتلی انتظامیہ کی اس طرح مدد نہیں کی، طرح آغاز میں کی جاتی تھی۔ اب اس ادارے سے ان کی امیدیں ختم ہو چکی ہیں۔ امریکا کے چیف آف آرمی سٹاف کے تازہ ترین بیان میں کہا گیا ہے کہ 'ہماری فوج مزید کئی سالوں تک افغانستان میں رہے گی۔' جب کہ اے بی سی نیوز کو انٹریو دیتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ امریکی فوج مزید کئی سالوں تک افغانستان میں لڑے گی۔ ان بیانات کا مقصد صرف اپنی فوج کو کچھ دن کے لیے حوصلہ دینا اور جھوٹی امیدوں پر ان کو جنگ کے لیے تیار کرنا ہے!

طالبان جہاد جاری رکھیں!

ابواحسان عامر

امریکا کی جانب سے افغان سرزمین پامال ہونے کی وجہ سے اسلامی احکام کی روشنی میں طالبان اس بات کے مکلف ہیں کہ ملک پر قابض جارحیت پسند ممالک کے خلاف جہاد کیا جائے۔ کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسان، چاہے انس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو، اس کا حق ہے کہ اس کی زندگی آزاد اور اس کا مسکن محفوظ ہو۔ آزادی زندگی کا وہ جز ہے، جس کے ساتھ زندگی کی تمام آسائشیں اور خوشیاں وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے افغانستان کے غیور عوام بھی اپنے ملک کی آزادی اور کفار کی سرکوبی کے لیے کئی عشروں سے خون کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ افغان قوم ایک تاریخی مسلم سرزمین پر صدیوں سے ایک آزاد قوم کی حیثیت سے آباد ہے۔ وہ آزادی کی قدر اچھی طرح جانتی ہے۔ یہی وجہ ہے ان کی آزادی مسخ کرنے والی قوتوں کو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا گیا۔

تقریباً دو عشرے قبل طالبان نے ملک کے 95 فیصد رقبے پر اسلامی نظام کی ایک بے مثال حکومت قائم کی۔ ملک پرامن ہوا۔ ہر قسم کے جرائم کا خاتمہ ہوا۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ ان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت یقینی بنائی گئی۔ جرائم کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کفار آغازِ اسلام ہی سے اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی خوش حالی کے دشمن تھے، اس وقت بھی طالبان کی شرعی حکومت اور افغان قوم کی خوشی ان سے نہیں دیکھی جاسکتی تھی۔ اسی لیے وہ ہماری پرامن زندگی برباد کرنے کے لیے ہزاروں میل دور سے دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس طیاروں اور ٹینکوں کے ساتھ چڑھ دوڑے۔ جب سے کفار کے ناپاک قدم اس سرزمین پر پڑے ہیں، تب سے افغان قوم کی زندگی کا سکون اور آرام تباہ ہو گیا ہے۔ اب اگر ہم ملک کی ترقی، امن اور عوامی حکومت کے امریکی نعروں اور دعوؤں کی مذمت کریں تو دنیا یہی کہے گی کہ چوں کہ طالبان امریکا کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں، اس لیے وہ اپنے فریق کے ہر عمل کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس لیے ہم ان کی زبانی افغان جنگ بارے تراشے گئے بہانے دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں:

امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں نے افغان جنگ کے جواز کے جو مقاصد اور دلائل پیش کیے، وہ یہ ہیں:

1. عوامی حکومت کا قیام
2. دہشت گردی کا خاتمہ
3. منشیات کی روک تھام
4. ملک کی ترقی

اگر عوامی حکومت کا جائزہ جارحیت پسندوں کے اپنے ہی میڈیا کے ذریعے لیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ عوامی حکومت یہ ہے کہ ملک کی 38 ملین کی آبادی میں صرف ایک ملین افراد اس کو منتخب کرتے ہیں۔ ان ایک ملین افراد میں سے زیادہ تر حکومتی کارندے، غیروں کے ایجنٹ اور جرائم پیشہ افراد ہیں۔ دوسری جانب یہ انتخابات بھی شفاف نہیں، بلکہ جعلی اور نام نہاد تھے۔ جس دہشت گردی کی تعریف یہ غیر ملکی کرتے ہیں، اسی تعریف کے تحت سب سے بڑے دہشت گرد امریکا اور اس کے اتحادی ہیں، جنہوں نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی کوشش کی ہے۔

رات کی تاریکی میں لوگوں کے گھروں کے دروازے توڑ کر اندر داخل ہونا اور گھر کے مکینوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا، قومی اور مذہبی تقریبات، شادی بیاہ، بازاروں اور مارکیٹوں پر بمباری کر کے مسمار کرنا سب سے بڑی دہشت گردی ہے۔ جس کی واضح مثال حال ہی میں موسیٰ قلعہ میں شادی کی ایک تقریب پر امریکی بمباری ہے۔ جس میں خواتین اور بچوں سمیت کم از کم 90 افراد شہید کر دیے گئے۔ جارحیت پسندوں کے آتے ہی منشیات کا کاروبار روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ منشیات کی کاشت پہلے کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ کابل انتظامیہ کے اعلیٰ عہدے دار بھی منشیات کے عادی بن گئے۔ ان کے اپنے ہی میڈیا رپورٹ کے مطابق اس وقت افغانستان میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد دس لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے۔

سکیورٹی صورت حال اس قدر خراب ہے کہ گیلپ سروے رپورٹ میں کہا گیا کہ افغانستان دنیا کے 142 ملکوں کی فہرست میں وینزویلا کے بعد سب سے زیادہ جنگ زدہ ملک ہے۔ سروے کے مطابق صرف 22 فیصد لوگ پولیس پر اعتماد کرتے ہیں۔ صرف 13 فیصد لوگ رات کو خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ 50 فیصد لوگوں نے ان سے ڈاکوؤں اور چوروں کی بابت شکایت کی ہے۔ جب کہ 29 فیصد لوگوں نے کہا کہ انہیں ڈاکوؤں نے لوٹا ہے۔ اخلاقی اور انتظامی کرپشن میں تو پہلے ہی سبقت لے گئے تھے۔ حتیٰ کہ جنسی زیادتیوں نے اپنا جال صدارتی محل تک پھیلا دیا اور پارلیمنٹ کی کرسی اپنی عزت تار تار کروانے کے بدلے ملنے لگی۔

اشرف غنی کے صدارتی محل میں بیٹھی مافیا میں سے کوئی ملک کی معدنیات پر ہاتھ صاف کر رہا ہے۔ کوئی اپنے عوام کے آنسوؤں اور خون کے قطرے عالمی مارکیٹ میں فروخت کر رہا ہے۔ کوئی اپنے ملک کی سرزمین اور سرحدات غیروں کی جھولی میں ڈال کر اپنی قوم سے غداری کا مرتکب ہو رہا ہے۔ کوئی خواتین کی آبرو کی قیمت میں اسے پارلیمنٹ کی کرسی پیش کر رہا ہے۔ مذکورہ دِگرگوں حالات اور بحران کے ہوتے ہوئے طالبان پر شرعاً اور عرفاً یہ فرض ہے کہ ملک سے غیر ملکیوں اور ان کی تشکیل کردہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے خاتمے تک اپنے مقدس جہاد کو جاری رکھیں، تاکہ ملک غیروں کے ناپاک قدموں سے نجات حاصل کرے۔ یہاں شرعی اور اسلامی نظام کے سائے میں ایک خود مختار اور آزاد حکومت قائم ہو۔

داعشی فتنے کی آخری ہچکیاں

بریالی عتیز وال

27 اکتوبر 2019 کو امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے وہائٹ ہاؤس میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'داعش کے سربراہ 'ابو بکر البغدادی' کو ان کے فوجیوں نے ہلاک کر دیا ہے۔' ٹرمپ نے صحافیوں کو بتایا کہ 26 اکتوبر امریکی تاریخ کی ایک اہم رات تھی، جب وہ کتے کی طرح مارا گیا۔ اس آپریشن میں 8 جنگی ہیلی کاپٹروں نے حصہ لیا۔ ٹرمپ نے کہا کہ جس گھر میں بغدادی نے پناہ لی تھی، اس پر امریکی فوج نے چھاپہ مارا اور بغدادی نے خود کو دھماکہ خیز مواد اڑا دیا۔ دھماکے میں بغدادی کے دو بچے بھی ہلاک ہوئے ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا ہے کہ ان کارروائیوں میں روس، ترکی، عراق اور کرد ملیشیا نے بھی ان سے تعاون کیا تھا۔ دوسری جانب روس اور ترکی نے بھی کہا کہ بغدادی کے حوالے سے انہوں نے معلومات امریکا کے ساتھ شیئر کی تھیں۔ ٹرمپ کے مطابق اس کارروائی میں ان کے بہت سے ساتھی اور جنگجو بھی مارے گئے ہیں۔ امریکی فوج کو اس میں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

ٹرمپ کے ان دعوؤں کے حوالے سے پھر بھی شکوک وشبہات پائے جا رہے تھے، مگر خود کو داعش کا ترجمان کہنے والے 'ابو حمزہ القریشی' نے ٹیلی گرام چینل پر اپنے صوتی پیغام میں ابو بکر البغدادی اور داعش کے سابق ترجمان 'ابو حسن المہاجر' کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بغدادی کے بعد ابو ابراہیم الہاشمی القریشی داعش کے نئے امیر اور سربراہ متعین کیے گئے ہیں۔ یاد رہے داعش کے بانی سربراہ ابو بکر البغدادی امریکی اسپیشل فورسز کے دعوے کے مطابق شام کے شمالی شہر ادلب میں خصوصی آپریشن میں ہلاک ہوئے۔ امریکی وزارت خارجہ نے ایک اعلان میں دعوی کیا کہ داعش کے ترجمان ابو حسن المہاجر شام کے شہر جرابلس کے قریب ایک علاقے میں خصوصی آپریشن میں ہلاک ہوئے۔

ابو بکر البغدادی نے چند سال قبل عراق میں کچھ علاقوں اور شہروں پر قبضے کے بعد اپنی خلافت کا اعلان کیا اور پوری دنیا کے مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ ان کی بیعت کریں۔ ان مسلمانوں کو دھمکیاں بھی دیں، جنہوں نے بیعت سے انکار کیا۔ انہوں نے اپنے مخالف جہادی گروپوں کے خلاف اسلحہ اٹھایا اور عراق وشام میں ہزاروں عرب مجاہدین کو شہید کر دیا۔ اس کے باوجود پوری دنیا میں ٹرمپ کی جانب سے داعشی سربراہ کی ہلاکت کی خبر کو شک کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ حتی کہ روس جیسے ملک کو بھی اعتماد نہیں تھا کہ یہ خبر سچ ہو گی۔ داعش کے نئے ترجمان ابو حمزہ القریشی کی جانب سے اعلان کے بعد کسی حد تک یہ شبہات ختم ہو گئے ہیں۔ امریکا نے اپنے دعوے کی تصدیق کے لیے امریکی فوج کی جانب سے کیے گئے آپریشن کی ویڈیو بھی نشر کی، جس میں شام کے شمال میں ابو بکر البغدادی ہلاک ہوئے ہیں۔

ویڈیو میں شائع ہونے والی تصاویر امریکی فوج کو اس پناہ گاہ کے قریب جاتے دکھاتی ہیں، جہاں بغدادی رہائش پذیر تھے۔ اس کے ساتھ ہی بغدادی دوڑ لگاتے ہیں اور خود کو بارود سے اڑا دیتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ویڈیو میں دکھایا گیا ہے کہ کارروائی کے کچھ لمحات بعد امریکی طیارے آکر رہائش گاہ کو میزائلوں سے نشانہ بنا کر گرا دیتے ہیں۔ اب یہ بات یقینی ہو چکی کہ بغدادی ہلاک ہو چکے ہیں۔ وہ دنیا میں نہیں رہے۔ اب ایک سادہ سوال یہ ہے کہ جب اسامہ بن لادن امریکا کی جانب سے اسی طرح کی ایک کارروائی میں پاکستان کے شہر ایبٹ اباد میں شہید کیے گئے تو اس کے رد عمل میں پوری دنیا میں ایک غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ جگہ جگہ لوگوں نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ فاتحہ

خوانی اور دعائیں کی گئیں۔ مظاہرے اور احتجاج ہوئے۔ امریکا کی مذمت پر لعن طعن ہوا اور اسامہ بن لادن کو ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا۔ اسی طرح جب امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ اپنی طبعی بیماری کی وجہ سے وفات پا گئے اور کچھ عرصہ بعد خبر شائع ہوئی تو فوراً افغانستان اور تقریباً پوری اسلامی دنیا میں ہمدردی اور دلی تعلق کے اظہار کی لہریں اُٹھیں۔ جگہ جگہ لوگوں نے فاتحہ خوانی، ایصال ثواب اور دعاؤں کا اہتمام کیا۔ انہیں عظیم القابات سے نوازا۔ میڈیا میں ان پر بڑی تعداد میں تحریریں اور مضامین شائع ہوئے۔ جب امریکا کی جانب سے شہید امیر المومنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ ایک بزدلانہ ڈرون حملے میں شہید ہوگئے تو پوری دنیا میں ان کی شہادت کے دردناک واقعے پر ردعمل سامنے آیا۔ امریکی حملے کی مذمت کی گئی۔ ان کی فاتحہ خوانی کی گئی۔ بغدادی کی ہلاکت پر کسی نے انہیں دعا دی اور نہ کسی نے اس پر غم اور ماتم کا اظہار کیا۔ امریکا کے خلاف کوئی مظاہرہ اور احتجاج بھی نہیں کیا گیا؟

بات واضح ہے کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ، ملا محمد عمر اور ملا اختر محمد منصور شہید کے ساتھ بغدادی کا تقابل بے جا ہے۔ وہ سچے اور مخلص مجاہدین تھے۔ مسلمانوں کو ان پر مضبوط اعتماد تھا۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے جہاد کیا۔ مسلمانوں کو امریکی استعمار کے مظالم سے نجات دلانا ان کا ہدف تھا۔ انہوں نے اپنے کارناموں سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت کا شملہ اونچا کیا۔ جہاں تک بغدادی اور ان کا گروپ ہے، انہوں نے مسلمانوں پر وہ مظالم اور وحشتیں ڈھائیں کہ لوگ امریکی مظالم بھول گئے۔ بغدادی اور ان کا گروہ امریکا سے بھی زیادہ ظالم اور وحشی ثابت ہوا۔ اس لیے بغدادی مسلمانوں میں قابل نفرت ہوگئے۔ مسلمانوں کو ان سے نفرت ہے۔

داعش یا بغدادی کی جانب سے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور وحشتوں کی داستان کھنگالنے کے لیے شام اور عراق جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ افغانستان میں داعش کی وحشیانہ داستان اس بات کی دلیل ہے کہ داعش کے مظالم ناقابل معافی ہیں۔ ننگرہار میں داعش کی وجہ سے مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے، شاید تاریخ میں اس کی مثال نہ ملے۔ معروف علماء اور قومی رہنماؤں اور سیکڑوں مجاہدین اور طالبان شہید ہوئے۔ امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین پسپانہ ہوئے۔ انہوں نے بڑی قربانیاں دے کر ایسے ختم کیا کہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکے گی۔ ان شاء اللہ

داعش بارے اگرچہ مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے مضبوط قرائن اور شواہد ڈھونڈنے چاہئیں۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ داعشیوں کے اعمال اور ان کا لہجہ مسلمانوں والا نہیں ہے۔ یہ لوگ جو ظلم مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں یا جو دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں، یہ کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اسّی فیصد تک یہ ہو سکتا ہے کہ داعش امریکا کا ہی کوئی منصوبہ تھا۔ جس سے عراق، شام اور افغانستان میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ امریکا کو جس طرح کی توقع تھی، افغانستان میں اسے ویسی کامیابی نہ مل سکی۔ امارت اسلامیہ نے اس کے خلاف مزاحمت کی۔ داعش کے ریشے پھیلنے سے روکے۔ اس سلسلے میں اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ خود امریکا کی جانب سے افغانستان پر مسلط حامد کرزئی نے اعتراف کیا کہ داعش کو خود امریکی اہل کار اپنے طیاروں میں افغانستان لائے ہیں۔ خود اپنے طیاروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ ان کے مطابق داعشیوں کو امریکا نے افغانوں کو مارنے اور تکلیف دینے کے لیے ہی مقرر کیا ہے۔

داعش اسلامی تحریک ہے اور نہ مسلمانوں کی نجات کے لیے اٹھی تھی۔ یہ تحریک مسلمانوں سے فکری اور سیاسی دشمنی رکھتی ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کا خون بہانا ثواب سمجھتے ہیں۔ خوش قسمتی سے جب ملک کے مشرق میں اس غلیظ پودے کے ریشے نکلنے والے ہیں، امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین ان کے آخری ٹھکانے اور خیمے گرا رہے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین اور رہنماؤں کی ہمت کو سلام ہے، جنہوں نے ملک کے مظلوموں خصوصاً ننگرہار اور کنڑ کے قبائل کو ان بے عفت وحشیوں سے نجات دلائی ہے۔

ٹرمپ کا دورہ اور اشرف غنی کی حالت

جاوید علی خیل

امریکی صدر ٹرمپ کے غیر اعلانیہ دورے کی اطلاع اشرف غنی کو تب دی گئی، جب ٹرمپ افغانستان پہنچنے ہی والے تھے۔ اشرف غنی بھی چند مشیروں کے ساتھ بگرام پہنچے۔ امریکی فوجیوں نے اشرف غنی اور ان کے وفد کی تلاشی لی اور پھر صرف اشرف غنی کو ٹرمپ کے ساتھ پروگرام میں شرکت کی اجازت دی گئی۔ یہ تقریب ہیلی کاپٹروں کے گیراج میں منعقد کی گئی تھی۔ وہاں درجنوں امریکی فوجی تھے اور ان کے قریب ایک بلیک ہاک ہیلی کاپٹر تھا۔ ایک طرف اونچا اسٹیج بنایا گیا تھا، جس کے سامنے سخت سکیورٹی انتظامات تھے۔ اسٹیج کے پیچھے بھی امریکی فوجی لائن میں کھڑے تھے، جن میں امریکی آرمی چیف آف اسٹاف مارک میلر اور افغانستان میں امریکی فوجی کمانڈر اسکاٹ میلر شامل تھے۔

امریکی فوجیوں نے اشرف غنی کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں اسٹیج تک پہنچایا۔ انہوں نے ٹرمپ کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر اسٹیج پر کھڑے ہو کر تمام سیاسی اور سفارتی آداب کے خلاف بھرپور چاپلوسی کے ساتھ تقریر کا آغاز کیا۔ اشرف غنی نے امریکی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ 'آپ کے تعاون اور افغان فوجیوں کی بہادری کی وجہ سے ہم نے ننگرہار میں داعش کو شکست دی ہے۔ پچھلے ہفتے ننگرہار اور اگلے تین ماہ میں پورے افغانستان سے داعش کا صفایا کریں گے۔ میں یہ پسند کروں گا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤں۔ میں ہلاک ہونے والے امریکی فوجیوں کے لواحقین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہاں 2298 امریکی مرد و خواتین اہل کاروں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ یہ قوم ان کی قربانی کی ہمیشہ شکر گزار رہے گی۔ ہم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ نیز 20585 فوجی زخمی ہوئے۔ جب سے ٹرمپ امریکی صدر بنے ہیں، خوش قسمتی سے امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں کی تعداد میں ریکارڈ کمی آئی ہے۔ اس دوران صرف 52 فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ (اس وقت اشرف غنی نے ٹرمپ کو مخاطب کر کے چاپلوسی کے انداز سے اپنی گردن ان کے سامنے جھکائی، لیکن ٹرمپ نے خاص توجہ نہیں دی۔) ہلاکتوں کی تعداد میں کمی ہماری مشترکہ شراکت کی عظمت اور افغان فوجیوں اور آپ کے وردی ملبوس بہنوں اور بھائیوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہے۔ ایک ملین سے زیادہ امریکی فوجی یہاں خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ہم ان کو اور آپ کے اہل خانہ کو احترام پیش کرتے ہیں۔ میں ایک خصوصی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم آپ اپنے اہل خانہ کا شکریہ ادا کریں، جو اس خصوصی موقع پر تمہیں یاد کر رہے ہیں۔ آپ امریکا کی سلامتی اور ہماری آزادی کا دفاع کر رہے ہیں۔ (امریکی فوجیوں نے بھرپور تالیاں بجائیں) ہم کامیاب ہوں گے۔ ہم کبھی بھی فراموش نہیں کریں گے کہ 9 ستمبر ہمیں یہاں لایا ہے۔ ہم 9 ستمبر کو کبھی دہرانے کی اجازت نہیں دیں گے۔'

اشرف غنی نے امریکی فوجیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: 'خدا آپ کو

سلامت رکھے اور خدا صدر ٹرمپ کو سلامت رکھے۔'

اشرف غنی کی مختصر تقریر کے بعد ٹرمپ اسٹیج کے قریب پہنچے اور اشرف غنی کو دھکہ دے کر اسٹیج کی پچھلی طرف دھکیل دیا۔ ٹرمپ نے کہا: آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں یا جانا چاہتے ہیں؟ اشرف غنی نے کہا کہ وہ تھوڑی دیر یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔'ٹرمپ نے ان کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اسٹیج سے پیچھے کی طرف دھکیل دیا اور امریکی فوجیوں کی لائن میں کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد ٹرمپ نے آدھا گھنٹہ خطاب کیا۔ اس دوران اشرف غنی ایک عام فوجی کی طرح آدھے گھنٹے تک بغیر کسی پروٹوکول کے کھڑے رہے۔ ٹرمپ کی تقریر کے دوران تالیاں بجاتے رہے۔

اس پروگرام کی نگرانی کرنے والے بی بی سی کے رپورٹر ضیا شہریار کا کہنا ہے کہ بگرام میں اشرف غنی کو ایسا کوئی پروٹوکول نہیں دیا گیا، جو ایک صدر کے لیے دیا جاتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس تقریب میں اشرف غنی ایک عام امریکی فوجی کی طرح کھڑے تھے۔ تقریب کا سارا ماحول امریکی تھا، جس میں افغان پرچم تھا اور نہ ہی اس کا کوئی نشان تھا۔ تقریب کے پچھلے حصے میں صرف امریکی پرچم آویزاں تھا اور اسٹیج پر امریکی فوج کا نشان تھا۔ بگرام میں ٹرمپ نے اشرف غنی کے ساتھ ایسا سلوک کیا، جیسا کہ اشرف غنی مہمان اور ٹرمپ میزبان تھا۔

ٹرمپ نے اپنی تقریر میں کوئی نئی بات نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ میں ہزاروں میل کا سفر کر کے تھک چکا ہوں۔ 13 گھنٹے تک جہاز میں سفر کیا۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان سے فوجی انخلا کے منصوبے پر عمل درآمد ہو رہا ہے، لیکن انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ کتنے فوجیوں کو افغانستان سے واپس بلایا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ طالبان افغان حکومت اور امریکا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ فائر بندی کے قائل ہو گئے ہیں، لیکن انہوں نے کہا کہ طالبان برا معاملہ اور سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ تاہم ٹرمپ نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ وہ کس طرح معاملہ اور سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ ٹرمپ نے کہا'جب تک فتح حاصل نہیں ہوتی اور حقیقی امن قائم نہیں ہوتا، ہم افغانستان میں موجود رہیں گے۔' انہوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں افغان فورسز کی تعریف کی اور کہا کہ ان کے اقدامات نے انہیں بہت متاثر کیا۔

امریکی ہر سال نومبر کے آخری ہفتے میں منگل کا دن 'Thanksgiving' کے نام سے اپنی فوج کے ساتھ اظہار یک جہتی اور تشکر کے طور پر مناتے ہیں۔ ٹرمپ بھی اسی مناسبت سے بگرام آئے اور یہاں ڈھائی گھنٹے گزارے اور واپس چلے گئے۔ ان کی پرواز کے بعد میڈیا کو اچانک دورے کی خبر جاری کی گئی۔ ٹرمپ کے اس دورے کی خبر اس لیے بریکنگ نیوز کے طور پر شائع ہوئی کہ وہ سرکاری طریقے کے خلاف افغانستان کے دارالحکومت کابل نہیں گئے، بلکہ انہوں نے اشرف غنی کے ساتھ صوبہ پروان میں امریکی فوجی اڈے بگرام میں ملاقات کی۔ اس دورے اور اشرف غنی کی چاپلوسی اور رسوائی سے بہت سے آزاد مزاج افغانوں کے جذبات مجروح ہوئے۔ اشرف غنی کے طرز عمل کو ایک تاریخی ذلت قرار دیا۔ تاہم ایوان صدر کے جو چاپلوس شرم، غیرت اور ضمیر نام کی کسی چیز کو نہیں جانتے، انہوں نے اشرف غنی کے طرز عمل کو جواز فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

برمی مہاجرین کے مسائل

شہید زوی

دنیا کے سب سے زیادہ مظلوم روہنگیا مسلمانوں کے بارے میں ہر شائع ہونے والی خبر بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ان کے بارے میڈیا میں کوئی حوصلہ افزا خبر نہیں ہے۔ اس لیے ان کے حق میں اٹھنے والی کمزور آواز بھی اہم پیش رفت سمجھی جاتی ہے۔ جو عصر حاضر کی مہذب دنیا کے ظلم کی بڑی علامت ہے۔ ان دنوں میڈیا میں اسی حوالے سے دو خبریں سامنے آرہی ہیں، جو ان کے بارے میں دنیا میں سب سے بڑی پیش رفت ہیں۔ ایک خبر یہ ہے کہ بین الاقوامی فوجداری عدالت 'آئی سی سی' نے 2017 میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف جرائم کی تحقیقات کا آغاز کرنے کا اعلان کیا ہے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ ان مظلوم مسلمانوں کے خلاف بنگلہ دیش حکومت نے جس اقدام کا ارادہ کیا تھا، اقوام متحدہ نے اس کو سختی سے منع کیا ہے۔ بنگلہ دیشی حکومت نے رواں ماہ سیکڑوں روہنگیا مسلمانوں کو 'باشن چار' نامی جزیرے پر منتقل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ تاہم اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی اجازت کے بغیر اس ویران جزیرے پر منتقل کرنے سے بنگلہ دیشی حکومت کو منع کیا گیا ہے۔

روہنگیا مسلمان اپنی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر بنگلہ دیش میں پناہ گزین کیمپوں میں مقیم ہیں۔ وہ مہاجر کیمپوں میں قید ہیں۔ انہیں بنگلہ دیش کے چھوٹے اور بڑے شہروں میں آزادانہ طور پر نقل وحمل اور کام کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں محدود امداد کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا ہے، جو اقوام متحدہ یا دیگر خیراتی اداروں کی طرف سے فراہم کی جاتی ہے۔ بنگلہ دیشی حکومت نے ان تارکین وطن کے بچوں کی تعلیم پر پابندی عائد کی ہے۔ ہیومن رائٹس انٹرنیشنل واچ کی ایک حالیہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بنگلہ دیش کے کاکس بازار میں مقیم برمی مہاجرین کے چار لاکھ بچے حصول تعلیم سے محروم ہیں۔ بنگلہ دیش حکومت نے ان کی تعلیم پر پابندی لگائی ہے۔ اس کیمپ میں اسکول کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ بنگلہ دیش میں برمی مہاجرین کے ساتھ تعاون کرنے والے ادارے کے سربراہ محبوب عالم تلق نے ایک انٹرویو میں تسلیم کیا کہ چار لاکھ بچے تعلیم سے محروم ہیں، جس کی ذمہ داری حکومت اور خاص طور پر سکیورٹی اداروں پر عائد ہوتی ہے۔

ہیومن رائٹس واچ کے ایک رہنما 'بل وین ایسوالڈ' نے رائٹرز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ یہ بات افسوس ناک ہے کہ بنگلہ دیش میں برمی پناہ گزینوں کے تمام بچے حصول تعلیم سے محروم ہیں۔ ان کا مستقبل تاریک ہو رہا ہے۔ بنگلہ دیش حکومت کو اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہے۔ بنگلہ دیش کے تمام آزاد صحافی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حکومت نے تارکین وطن کے بچوں کو تعلیم سے محروم کر دیا ہے۔ بنگلہ دیش حکومت نے ترکی، ملائیشیا اور مغرب کے خیراتی اداروں کو بتایا ہے کہ مہاجر کیمپوں میں ہر قسم کا مواد لا سکتے ہیں، لیکن کتابیں اور تعلیمی وسائل لانے پر پابندی ہے۔ ان تنظیموں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حکومت کے ساتھ وہ پناہ گزین کیمپوں میں اسکولوں کی تعمیر کی بات نہ کریں۔

بین الاقوامی انسانی حقوق کے ادارے کے سربراہ ایسوالڈ نے کہا کہ بین الاقوامی برادری سے بنگلہ دیشی حکومت پر دباؤ ڈالنے کی توقع کرتے ہیں، تاکہ تارکین وطن کی ایک پوری نسل کو اَن پڑھ رہنے سے بچایا جا سکے۔ حسینہ واجد نے جنگلوں میں مہاجرین کے کیمپ بنائے ہیں، لیکن بچوں کی تعلیم کے لیے ابھی تک اقدامات نہیں اٹھائے۔ حسینہ واجد کی اس ظالمانہ پالیسی کے خلاف برمی مہاجرین نے کیمپوں میں متعدد بار مظاہرے کیے، لیکن حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی۔ بنگلہ دیش کے معروف صحافی مفیض الاسلام نے ایک رپورٹ میں کہا کہ روہنگیا مہاجرین کو تین اطراف سے مشکلات کا سامنا ہے۔ ایک طرف اقوام متحدہ کے بے احساس افسران ہیں، جنہوں نے صدیوں سے آباد روہنگیا مسلمانوں کو اپنے ملک میں رہنے اور اسی ملک کے شہری تسلیم کرنے پر برمی حکومت کو مجبور نہیں کیا۔ دوسری طرف حسینہ واجد کی سربراہی میں حکومت بھی ظلم کر رہی ہے۔ ان مہاجرین کی برما واپسی کے لیے بین الاقوامی سطح پر کوشش کرتی ہے اور نہ ہی اپنے ملک میں آزادانہ طور پر گھومنے پھرنے کی اجازت دیتی ہے۔ مہاجرین کو جن کیمپوں میں محصور رکھا گیا ہے، ان سے صرف یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ بنگلہ دیش چھوڑ دیں۔ جہاں بھی جانا چاہتے ہیں، جا سکتے ہیں۔

رواں سال 25 اگست کو برمی مہاجرین نے اپنے کیمپوں میں مظاہرے کیے۔ حکومت سے شہروں میں آزادانہ طور پر آمد ورفت، کام کرنے اور شہریت دینے کا

مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر بنگلہ حکومت ہمیں شہریت نہیں دے سکتی تو وہ برما حکومت کو مجبور کرے کہ انہیں اپنے ملک کے شہریوں کے طور پر قبول کرے۔ انہیں قانونی طور پر اپنے گھروں اور علاقوں میں جانے کی اجازت دی جائے۔ جان و مال کی حفاظت کی یقین دہانی کرائی جائے۔ سب مشکلات کے باوجود وہ یہاں دردناک موت سے محفوظ ہیں اور دنیا کا کوئی ملک انہیں قبول کرنے کو تیار نہیں ہے، اس لیے وہ یہاں مشکلات بھری زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

تارکین وطن رہنماؤں کا کہنا ہے کہ برمی حکومت نے 8 لاکھ روہنگیا مسلمانوں میں سے صرف 23 ہزار کو برما واپس آنے کی اجازت دی ہے۔ جب کہ دیگر برمی باشندوں کو وہ برما کا شہری تسلیم نہیں کرتی۔ اقوام متحدہ اور بنگلہ دیش نے ان مہاجرین کے حقوق کے لیے کوئی مثبت اور قابل ذکر کردار ادا نہیں کیا۔ بنگلہ دیشی میڈیا نے کہا ہے کہ البتہ اقوام متحدہ کے اس اقدام سے روہنگیا پناہ گزینوں کو کچھ سکون ملا ہے کہ وہ بنگلہ دیش کو اس بات سے منع کر رہی ہے کہ انہیں کسی ویران جزیرے پر بھیجا جائے گا۔ بنگلہ دیش وزارت داخلہ کے ایک سینئر افسر نے اقوام متحدہ کی ایمیگریشن برانچ کے سربراہ کو بتایا کہ حکومت نے منصوبہ بنایا تھا کہ پہلے مرحلے میں نومبر کے آخر تک ایک لاکھ تارکین وطن کو باشن چار جزیرے پر منتقل کیا جائے گا۔ اقوام متحدہ کا کہنا ہے انسانی حقوق کی تنظیموں نے انہیں پہلے ہی باشن چار جزیرے میں پناہ گزینوں کی منتقلی کے بارے میں بتایا تھا۔ اس لیے اقوام متحدہ نے ایک نمائندہ وفد 'یانگی لی' کی سربراہی میں بھیجا، جس نے گزشتہ سال اس جزیرے کا معائنہ کیا اور رپورٹ دی کہ اس جزیرے میں وسائل اور سہولیات کا فقدان ہے۔ ایسی صورت میں یہاں انسانوں کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔

بنگلہ دیش کا کہنا ہے کہ اس جزیرے میں پناہ گزینوں کے لیے معاشی ترقی، صحت، صفائی اور تعلیم کے منصوبے زیر غور ہیں۔ اقوام متحدہ کا کہنا ہے اس کے منصوبے قابل عمل نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بنگلہ دیش نے مہاجرین کی منتقلی کے لیے اقوام متحدہ کو اعتماد میں لیا ہے اور نہ ہی مہاجر رہنماؤں سے اس پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ بنگلہ دیش سے شائع ہونے والے پروتوم آلو میگزین نے ایک رپورٹ میں لکھا کہ 3450 مہاجرین واپس برما جانے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے بنگلہ دیش اور برما سکیورٹی اداروں سے تحفظ کا مطالبہ کیا تھا۔ تاہم دونوں ممالک کے سکیورٹی اداروں نے تحفظ کی ضمانت دینے سے انکار کر دیا۔ نور حسین نامی ایک روہنگیا پناہ گزین نے الجزیرہ ٹیلی ویژن کو بتایا کہ اگر ہمیں اپنی زمین، مکانات اور املاک واپس دی جائیں اور ہمیں جان و مال کے تحفظ کا یقین دیا جائے تو ہم سب برما واپس جانے کو تیار ہیں۔ بدقسمتی سے کسی کے پاس اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ ہم برما میں داخل ہوئے تو ہمیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ خواتین پر جنسی تشدد نہیں ہو گا۔ لہٰذا ہم موت کے اس گڑھے میں کیوں واپس جائیں، جہاں سے دو سال قبل بڑی مشکل سے فرار ہوئے تھے!؟

برما سے شائع ہونے والے ایراوادی میگزین نے ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ اگر روہنگیا مسلمان برما واپس آئے تو وہ کہاں آباد ہوں گے؟ اراکان اور دیگر صوبوں میں ان کے تمام مکانات تباہ کر دیے گئے ہیں۔ ان کی زمین پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ پوری دنیا تسلیم کرتی ہے روہنگیا مسلمان دنیا بھر میں سب سے زیادہ مظلوم اقلیت ہیں۔ تاہم اقوام متحدہ نے مسلمانوں کے دیگر مسائل کی طرح ان مظلوم مسلمانوں کا مسئلہ حل نہیں کیا اور ان پر جاری مظالم روکنے کے لیے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ حالانکہ برمی حکومت کے خلاف اقوام متحدہ کا چھوٹا سا اقدام بھی اس ظلم و سربریت کو روکنے کے لیے کافی تھا۔ جس طرح اس نے تارکین وطن کو باشن جزیرے پر منتقل کرنے پر پابندی عائد کی اور بنگلہ دیش نے بھی اپنا منصوبہ ترک کر دیا۔ 57 سلامی ممالک پر مشتمل اسلامی کانفرنس نے بھی برما متاثرین کے ساتھ تعاون کیا اور نہ ہی ان پر ہونے والے مظالم کی روک تھام کے لیے مؤثر آواز اٹھائی۔ اس نے صرف مذمتی بیان پر اکتفا کیا۔ اب مغربی افریقہ کے ایک اسلامی ملک گیمبیا نے اقوام متحدہ میں روہنگیا مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھائی ہے تو اسلامی کانفرنس نے بھی جرائم کے خلاف بین الاقوامی فوجداری عدالت سے رجوع کیا اور توقع ظاہر کی کہ دسمبر میں اس کیس پر سماعت شروع ہو جائے گی۔

یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک دہائی سے ان مظلوم مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھایا جارہا ہے۔ ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا گیا۔ خواتین پر جنسی حملے ہوئے۔ انہیں اپنے علاقوں سے بے دخل کیا گیا۔ او آئی سی نے محض ایک چھوٹا سا اقدام اٹھایا اور عالمی فوجداری عدالت سے رجوع کر کے ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔ اس نے سلامتی کونسل سے ان مظالم کی روک تھام کے لیے سنجیدہ اقدام اٹھانے کا مطالبہ کیا اور نہ ہی برما پر اقوام متحدہ کی جانب سے پابندی لگانے کی درخواست کی۔ اسلامی ممالک سے مطالبہ بھی نہیں کیا کہ وہ برما کے ساتھ ہر قسم کے سفارتی تعلقات قطع کریں۔

ٹرمپ کا خفیہ دورہ بگرام

معین احمد معین

امریکی صدر 29 نومبر کو رات کے اندھیرے میں بگرام اڈے پر اترے اور انہوں نے اپنی فوج کے ہمراہ 'یوم تشکر' کی تقریب میں شرکت کی۔ ٹرمپ کا یہ دورہ خفیہ رکھا گیا تھا۔ کیوں کہ ٹرمپ نے اس سے قبل فلوریڈا جانے کا ارادہ کیا تھا۔ صحافیوں کو تب پتہ چلا، جب ان سے جہاز میں پیغام رسانی کے تمام آلات ضبط کر لیے گئے۔ ٹرمپ کے دورہ افغانستان بارے وائٹ ہاؤس کے ترجمان کا کہنا تھا کہ افغانستان ایک خطرناک علاقہ ہے۔ امریکی فوج کی تقریب میں شرکت بھی ضروری تھی، اس لیے یہ دورہ خفیہ رکھا گیا۔

ٹرمپ کے اچانک دورے سے قبل حسب سابق کابل انتظامیہ کے سربراہ کو بھی بے خبر رکھا گیا تھا۔ انہیں تب بتایا گیا، جب ٹرمپ پہنچنے والے تھے۔ ٹرمپ سے ملاقات اور اس تقریب میں شرکت کے لیے صرف اشرف غنی کو اجازت دی گئی۔ ان کے ساتھ جو انتظامیہ کے افراد ساتھ تھے، انہیں واپس بھیج دیا گیا۔ اشرف غنی تقریب کے دوران ٹرمپ کے پیچھے کھڑے رہے اور ٹرمپ کی تقریر غور سے سن رہے تھے۔ امریکی سیاست دانوں نے ٹرمپ کے دورے پر مختلف تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ ٹرمپ نے اپنا دورہ کامیاب قرار دیتے ہوئے کہا کہ انہیں صدر اشرف غنی جیسے عظیم شخص سے ملنے پر خوشی ہوئی۔ تاہم ٹرمپ کے سیاسی مخالفین نے اس دورے کو ناکام قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ کانگریس کی جانب سے ٹرمپ کے مواخذے سے عوام کی توجہ ہٹانے کی محض ایک کوشش تھی۔

کابل میں ایوان صدر کے حامیوں نے بھی ٹرمپ کا دورہ اور ان کے ساتھ اشرف غنی کی ملاقات کو اہم قرار دیتے ہوئے ایک کامیابی قرار دیا۔ تاہم بہت سے افغان سیاست دانوں کے مطابق ٹرمپ کی جانب سے بگرام میں اشرف غنی کو ملاقات کے لیے دی گئی دعوت ایک ذلت آمیز طریقہ ہے۔ انہوں نے اسے افغان قوم کی توہین اور ان کے وقار کو مجروح کرنے کے مترادف قرار دیا۔ سوال یہ ہے کہ ٹرمپ نے بگرام کا دورہ کیوں کیا؟ کابل انتظامیہ کو اس سے کیا حاصل ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ ٹرمپ نے افغانستان کے بجائے ایک امریکی فوجی اڈے کا دورہ کیا۔ بگرام ایئر بیس اگرچہ افغانستان میں ہے، لیکن اس کا اختیار مکمل طور پر امریکی فوج کے ہاتھ میں ہے۔ حتیٰ کہ بگرام ایئر بیس پر امریکی سیکیورٹی گارڈز نے اشرف غنی کی تلاشی لی اور ان کے سکیورٹی گارڈ کو حراست میں لیا گیا۔

امریکی صدر کا ویزا اور اجازت کے بغیر بگرام آنا اور رات کے اندھیرے میں اشرف غنی کو ملاقات کے لئے بلانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اڈہ افغانستان کی حاکمیت سے مکمل طور پر نکل گیا ہے۔

اسی طرح بگرام میں ٹرمپ کے پیچھے کھڑے ہونے سے اشرف غنی کی حیثیت اور ان کی خود مختاری بھی عیاں ہوگئی۔ یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ افغانستان کے صدر نہیں، بلکہ افغانستان میں دوسرے امریکی ملازمین اور ٹھیکیداروں کی طرح ایک امریکی اتحادی ہیں۔ انہوں نے ٹرمپ کی آمد پر بھی دیگر امریکی فوجیوں کی طرح اپنے آقا کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان کی تقریر سننے کے لیے امریکی فوجیوں کے ساتھ لائن میں کھڑا ہوا ئے۔ صرف اشرف غنی نہیں، بلکہ کابل انتظامیہ کے تمام حکام امریکی ٹھیکیداروں کی طرح امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ افغانستان میں ان کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ ان خدمات کے بدلے انہیں اقتدار اور دیگر مراعات سے نوازا جارہا ہے۔ وہ امریکی رسم ورواج کے مقابلے میں اپنی شناخت ظاہر کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی ان میں یہ ہمت ہے۔

کچھ باتوں کی غلط توجیہ

موسیٰ فرہاد

پہلی غلط توجیہ: حالیہ دنوں عرب میڈیا یہ بحث کر رہا ہے کہ افغانستان میں ناکام منصوبہ بندی، کمزور اسٹریٹجی اور پلاننگ میں مشکلات کے باعث امریکا اور اس کے اتحادی شکست کھا چکے ہیں۔ ہمارے معاشرے کے کچھ نام نہاد ماہرین یہ راگ بھی ساتھ میں الاپ رہے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی خبر دار کیا تھا، مگر امریکا نے نہیں مانا تو اب وہ شکست کھا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عقلی لحاظ سے جتنا کچھ ممکن تھا، وہ امریکا، نیٹو اور اس کی کٹھ پتلیوں نے کیا ہے۔ زور وزر، جنگی مہارت، تجربہ، فوجی منصوبہ بندی اور مزید قابلیتیں... یہ سب امریکا کے پاس تھا۔ اس نے استعمال بھی کیا۔ پھر بھی ایسے لوگوں کے ہاتھوں شکست کھا گیا، جو درج بالا تمام صلاحیتوں سے محروم تھے۔ یہ اس لیے کہ یہاں ان کے پاس وہ فکر اور عقیدہ نہیں تھا، جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کسی کو غلبہ دیتے ہیں۔

سنتِ الٰہی یہ ہے کہ باطل جتنا بھی مادی وسائل سے بہرہ مند ہو، وہ حق پر غالب نہیں آ سکتا۔ حق کا فریق جس قدر بھی کمزور ہو، مگر کامیابی ہمیشہ اسی کے حصے میں آتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام سب مادی وسائل کے لحاظ سے کمزور تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں طاقت ور کفار پر فتح عطا فرمائی۔ افغانستان میں امریکا اور اس کے ساتھیوں کی ناکامی کبھی بھی ناکام منصوبہ بندی کی وجہ سے نہیں ہوئی، بلکہ وہ اس لیے ناکام ہوا کہ وہ باطل تھا۔ اس کے مقابلے میں لڑنے والے کمزور لوگ واقعتاً حق پر تھے۔ ان کی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ اس لیے مغربی مبصرین کے یہ تبصرے کہ امریکا کا فلاں اقدام کمزور تھا یا فلاں اسٹریٹجی کمزور تھی، اس لیے شکست کھائی... یہ غلط توجیہات ہیں۔

اس طرح کے تبصروں میں اصل ہدف یہ ہے کہ لوگوں کے ذہن کے روحانی پہلو یعنی خدائی نصرت کو بجھا دیا جائے۔ کیوں کہ شکست اور کامیابی کے پیچھے بنیادی عوامل حق کا عقیدہ، واضح فکر، ایمان کا اسلحہ اور بالآخر الٰہی نصرت ہے۔ مادی عوامل اور وسائل اس حوالے سے بنیادی اور فیصلہ کن کردار نہیں رکھتے، ہاں ثانوی حیثیت ضرور رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں اور نہ مومن کو اس میں شک کرنا چاہیے۔

دوسری غلط توجیہ: طالبان ہمیشہ سے کابل حکومت سے مذاکرات کا انکار کرتے آئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مذاکرات صرف جارح فریق سے ہوں گے۔ طالبان کا یہ موقف کچھ لوگ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ 'اگر طالبان حکومت سے مذاکرات پر تیار ہو جائیں تو یہ حکومت کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس سے طالبان کی بیس سالہ جہاد کی مشروعیت اور جواز پر سوالات کھڑے ہو جائیں گے۔' یہ حقیقت سے دور اور غلط توجیہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ طالبان نے کبھی بھی افغان حکومت کے ساتھ بات چیت سے اس لیے انکار نہیں کیا کہ طالبان انہیں تسلیم نہیں کرتے یا براہ راست مذاکرات کا مطلب انہیں تسلیم کرنا ہوگا۔ تسلیم کرنے پر یہ سوال اٹھے گا کہ اتنا طویل دورانیے کا جہاد غیر مشروع ہو جائے گا۔ یہ توجیہ غلط اس لیے ہے کہ مذاکرات تو طالبان امریکا سے بھی کر رہے ہیں، مگر جہاد پھر بھی غیر مشروع نہیں ہوا۔ اٹھارہ سال سے طالبان امریکا کو حکومت تسلیم کرتے ہیں، پھر بھی ان کے خلاف جہاد جاری رکھا ہے یہ بات ثابت ہوئی کہ باقاعدہ تسلیم کرنا اور جہاد کرنا دو الگ امور ہیں۔ ایسا نہیں کہ باقاعدہ تسلیم کیا تو جہاد ناجائز ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ کہ مذاکرات کا مطلب کسی کو تسلیم کرنا ہے اور نہ تسلیم کرنے سے مقدس جنگ غیر مشروع ہوتی ہے۔ مثلاً اگر طالبان کابل حکومت سے بات چیت کریں تو انہیں باقاعدہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ اگر تسلیم کر لیں، جس طرح امریکا کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ تسلیم کرنا ہرگز جہاد کی نفی نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ طالبان افغان حکومت کو امریکا کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ کابل انتظامیہ کے حکام اور عسکری اہل کار امریکی فوجیوں کی طرح گورے اور نیلی آنکھوں والے نہیں ہیں۔ انگریزی نہیں بولتے، مگر انہیں لانے اور اُٹھانے والا تو وہی امریکا ہے۔ انہیں اسی کام کے لیے لایا گیا ہے، جس کے لیے امریکا یہاں آیا ہے۔ درحقیقت کابل انتظامیہ امریکا کا ایک اتحادی کیمپ ہے۔ جس طرح بگرام اور شین ڈنڈ میں امریکی فوج کے بیس کیمپ قائم ہیں، اسی طرح کابل حکومت بھی ان کا ایک اتحادی بیس ہے۔

طالبان تو بگرام اور شین ڈنڈ کے فوجی حکام سے بھی الگ الگ مذاکرات نہیں کر رہے۔ کیوں کہ وہ فوجی ہیں، فیصلے کا اختیار ان کے پاس نہیں ہے۔ باوجود یہ کہ امریکا کی کابل انتظامیہ سے زیادہ حیثیت ہے۔ جو لوگ اتحادی اور دور کے ہوں، ان کے پاس تو بالکل ہی مذاکرات میں فیصلے کا اختیار نہیں ہوتا۔ یہ حقیقت کابل حکومت کو بھی بہت جرات سے تسلیم کر لینی چاہیے۔ تاکہ ان کی تشویش ختم ہو جائے۔ کابل حکومت سے بات چیت کرنا یا نہ کرنا اسے تسلیم کرنا یا نہ کرنا نہیں۔ اس سے جنگ کی مشروعیت یا غیر مشروعیت کے سوالات بھی پیدا نہیں ہوتے۔ اصل بات مذاکرات کا اختیار اور اہلیت ہے۔

خلاصہ یہ کہ کچھ لوگ شعوری طور پر کچھ باتوں کی غلط توجیہ اپنے خاص مقصد کے لیے کرتے ہیں۔ کچھ لوگ غلط تجزیہ اپنی ناسمجھی اور کم علمی کے باعث کرتے ہیں۔ ان تمام مبصرین اور تجزیہ کاروں کو سمجھ کر ان کے دھوکے سے بچنا چاہیے۔ درج بالا دو باتیں مثال کے طور پر ذکر کی ہیں، ورنہ ایسی سیکڑوں مثالیں ہیں، جو لوگوں کے دھوکے کا باعث بن سکتی ہیں۔

اقوامِ متحدہ امریکی جرائم کی شریک ہے

عابد مجاہد

30 اکتوبر کو انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم نے اپنی نئی رپورٹ میں ایک بار پھر افغانستان میں امریکی جنگی جرائم کا معاملہ اٹھایا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے نے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کی ہے۔ اس نے بڑے پیمانے پر جنگی جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس تنظیم نے یہ بھی کہا ہے کہ امریکا نے کابل انتظامیہ کے ساتھ مل کر اور افغان نیشنل سکیورٹی فورسز کی مدد سے ان جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ پہلی بار نہیں ہوا۔ اس سے پہلے بھی بین الاقوامی فوجداری عدالت نے افغانستان میں امریکی فوج کی جانب سے کیے جانے والے جرائم کی رپورٹس شائع کی تھیں۔ ان جرائم کی تحقیقات کا مطالبہ کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکی فوج افغانستان پر جارحیت کے پہلے دن سے انسانی حقوق کی پامالی اور جنگی جرائم میں ملوث ہے۔ اسی دن سے وہ اور افغان فورسز اُن معاملات کی مرتکب ہیں، جو محکمہ آئی سی سی کے آئین کے مطابق جنگی جرائم ہیں۔ چوں کہ اب یہ جرائم عروج پر پہنچ گئے ہیں، اس لیے ہیومن رائٹس آرگنائزیشن خاموش نہیں رہی اور اس نے ایک بار پھر ان جرائم کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت کی ہے۔ امارت اسلامیہ نے ہمیشہ شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے اپنے عزم کا اظہار کیا ہے۔ امریکا کے بین الاقوامی اور انسانیت سوز جرائم کے خلاف بار بار آواز اٹھائی ہے۔ وہ جان بوجھ کر افغانستان میں عام شہریوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ وہ گھروں، اسکولز، مدارس، اسپتالوں، مساجد اور عوامی مقامات پر فضائی حملے کر رہا ہے۔ بے گناہ لوگوں کو حراست میں لے کر انہیں ماورائے عدالت انفرادی اور اجتماعی طور پر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کم عمر بچوں کو جیلوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ نیم ایٹمی، حیاتیاتی ہتھیاروں، Daisy Cutter Cruse AGM GM-13 میزائلوں، آتشیں اسلحہ اور فاسفورس بم استعمال کیے جاتے ہیں۔ امریکی فوجی عام شہریوں کے گھروں، اساتذہ، طالب علموں اور بزرگوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نہتے شہریوں کے اجتماعات، شادیوں، جنازوں اور مسافر گاڑیوں پر ظالمانہ فضائی حملے کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ جن کا کوئی انسانی، قانونی، عدالتی اور حکومتی جواز نہیں ہے۔

امریکا ہمیشہ بین الاقوامی معاہدوں سے رُوگردانی کرتا ہے۔ بین الاقوامی فوجداری عدالت کی جانب سے نومبر 2017 میں استغاثہ کے مطابق ججوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ افغانستان میں امریکی فوج کے جرائم کی تحقیقات کریں۔ انہیں ٹھوس شواہد موصول ہوئے ہیں۔ جب کہ امریکا نے اس کی سخت مخالفت کی ہے۔ بات یہ ہے کہ جو ممالک بین الاقوامی فوجداری عدالت کے ممبر ہیں، وہ کس قانون کے تحت افغانستان پر امریکی حملے کی حمایت کرتے ہیں؟ وہ اس طرح کی تحقیقات کو کیوں نظرانداز کرتے ہیں؟ جب کہ وہ بھی اس عدالت کے ممبر ہیں۔ ان رپورٹس کے باوجود وہ کس بنیاد پر امریکا کے مسلط کردہ فرسودہ نظام کے ساتھ سفارتی تعلقات برقرار رکھتے ہیں؟

امارت اسلامیہ تمام بین الاقوامی اداروں، عالمی برادری اور نیٹو کے ممبر ممالک سے مطالبہ کر رہی ہے کہ وہ ان جرائم کو نظرانداز نہ کریں۔ وہ غیر جانب دار رہیں۔ افغانستان کے عوام کی آواز سنیں۔ مجاہدین اپنے لیے دشمن سے رحم کی بھیک نہیں مانگتے، بلکہ وہ عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کی روک تھام کے لیے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کریں گے۔ اگر اس کے بعد بھی وہ ان جرائم پر خاموشی اختیار کریں گے تو پھر ہم یہ کہتے ہوئے حق بجانب ہوں گے کہ وہ ان جرائم میں امریکا کے برابر کے شریک ہیں۔

مشرق وسطی میں امریکی غلبہ اختتام پذیر ہے

حسن مہمند

ترکی نے 9 اکتوبر کو شمالی شام میں کرد ملیشیا (YPG) جسے وہ دہشت گرد تنظیم قرار دیتا ہے، کے خلاف فوجی آپریشن شروع کیا تھا۔ اس کے بعد صدر رجب طیب اردگان اور روسی صدر ولادی میر پوٹن کے مابین ہونے والے معاہدے کے تحت یہ آپریشن روک دیا گیا۔ خوش قسمتی سے ترکی کا ایک طویل اور غیر منافع بخش جنگ میں پھنسنے کا خطرہ بظاہر ٹل گیا۔ شمالی شام میں ترکی کی سرحد کے قریب عربوں کی نسبت کردوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ فوجی سازوسامان کے لحاظ سے طاقت ور ہیں۔ کردوں نے شام کی خراب صورت حال اور مرکزی حکومت کی رٹ ختم ہونے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان علاقوں میں عربوں کی اراضی، مکانات اور دیگر اثاثوں پر قبضہ کر لیا اور عربوں کو ترکی کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ 2014 میں عراقی کرد رہنما 'مسعود بارزانی' نے شامی کردوں سے خفیہ ملاقات کی اور انہیں ہر طرح کی مدد کی یقین دہانی کرائی تھی۔ شمالی شامی کردوں نے دیدہ دلیری سے عربوں کو ترکی ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔

ترکی چاہتا تھا کہ شام کے عرب مہاجرین کی جلد واپسی کو ممکن بنایا جاسکے۔ کیوں کہ ترکی میں شامی مہاجرین کی تعداد 36 لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے، ان عرب مہاجرین کے علاقوں پر کردوں کے قبضے کی وجہ سے انہیں مشکلات درپیش تھیں۔ امریکی صدر ٹرمپ نے ان علاقوں سے اپنی فوجیں واپس بلانے کا فیصلہ کیا تو ترکی نے یہ موقع غنیمت سمجھ کر کرد ملیشیا کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا، تاکہ ان علاقوں کو کردوں کے قبضے سے چھڑا کر عرب مہاجرین کی واپسی کے لیے راہ ہموار کی جائے۔ بشارالاسد انتظامیہ نے ترک حملوں کی مذمت کرتے ہوئے اسے اپنے ملک کی خودمختاری کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ کردوں کو امریکا نے بے یار ومددگار چھوڑ دیا ہے۔ بشار الاسد حکومت کو کچھ امید پیدا ہوئی ہے۔ کرد رہنماؤں نے امریکی اجازت کے بعد اسد حکومت سے ترکی کے فوجی خلاف مدد طلب کی، لیکن اسد حکومت نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ اسی وجہ سے ترکی کا فوجی آپریشن کامیابی سے جاری رہا۔ اسد حکومت خطے میں روس کی ایک اہم اتحادی ہے۔ کچھ عرصہ قبل ترکی اور روس کے درمیان تعلقات میں مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ اب دونوں ممالک ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات چاہتے ہیں۔ روس شام میں فوجی کارروائیوں کو اپنے دونوں دوستوں ترکی اور شام کے لیے نقصان دہ سمجھتا تھا، اس لیے اس نے فوجی آپریشن روکنے کے لیے ترکی اور کردوں کے درمیان امن قائم کرنے کی کوشش کی اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ خلا بھی پر کر دیا، جو امریکی فوج کے انخلا کے باعث پیدا ہوا تھا۔ روس نے مشرق وسطی اور خاص طور پر شام میں اپنا اثر ورسوخ مزید بڑھا دیا، جس میں وہ کامیاب بھی ہوا۔

غور کیا جائے تو یہ معاہدہ ترکی کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ وہ فی الوقت جنگ کی دلدل سے نکل گیا۔ دوسری طرف روس نے اس علاقے پر ترکی کا تسلط بھی تسلیم کر لیا، جس پر اس نے حملہ کیا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل روس نے کہا تھا کہ کردوں کے خلاف فوجی آپریشن شام کی سرحدوں کی خلاف ورزی ہے۔ ترکی اور روس کے درمیان ہونے والے معاہدے کے تحت کرد جنگجو شامی عرب کے علاقوں سے پسپائی اختیار کریں گے۔ ترکی میں آباد شامی عرب مہاجرین واپس اپنے علاقوں میں آباد رہیں گے۔ جب کہ بشارالاسد کے فوجی ترکی اور شام کے درمیان سرحد عبور نہیں کریں گے۔ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا ہے کہ شام کی سرحد پر ترک اور روسی کے فوجیوں کو دس کلومیٹر

کے فاصلے پر تعینات کیا جائے گا۔ دونوں مل کر اس علاقے میں امن قائم کریں گے۔

اس معاہدے کے تحت کردوں کو عرب شہروں کو خالی کرنے کا پابند کیا گیا ہے۔ ان شہروں میں ترکی جانے والے مہاجرین کو دوبارہ آباد کیا جائے گا۔ اگر اس معاہدے پر عمل درآمد ہوتا ہے تو 36 لاکھ شامی مہاجرین ترکی سے اپنے گھروں کو واپس آجائیں گے۔ اس اقدام سے ترکی لاکھوں شامی مہاجرین کے بھاری بوجھ سے آزاد ہو جائے گا۔ 2015 کے بعد روس بشار الاسد کی حکومت کے شانہ بشانہ کھڑا ہوا، جس کے باعث شام میں روس کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ اب اس کا اثر صرف شام ہی نہیں، بلکہ پورے مشرق وسطیٰ میں پھیل رہا ہے۔ حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ایران اور سعودی عرب دونوں حریف ممالک بھی اب روس سے امداد لینے کے خواہاں ہیں۔ روس چاہتا ہے ان دونوں ممالک کی ریاستیں مستحکم رہیں۔ جب کہ عسکری امداد کے مقابلے میں وہ ان دونوں ممالک کی اچھی معیشت اور معدنی وسائل سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اگر امریکا کی صورت حال اور پالیسی اسی طرح برقرار رہی تو روس اپنے ارادوں میں نمایاں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ تاہم روس ایک بڑی ایٹمی طاقت ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر دیکھا جائے تو امریکا مشرق وسطیٰ میں ایران کے اثر و رسوخ کو اب نہیں روک سکتا۔ گزشتہ ایک دہائی میں ایران نے عراق، شام اور یمن کے داخلی معاملات میں کتنی مداخلت کی اور تینوں ممالک میں اپنے حلیفوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ لڑتا رہا، جو ایران کی ایک بڑی جارحیت ہے۔ اگر ایران واقعتاً امریکا کا دشمن ہے تو مشرق وسطیٰ کے امور میں ایران کی کھل کر ضرورت سے زیادہ تباہ کن مداخلت امریکا کی واضح بڑی ناکامی ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا ایران نے رواں برس مئی میں ایک امریکی ڈرون کو گرانے کا دعویٰ کیا تھا۔ طیارہ گرانے کے بعد ایران نے برطانیہ اور متحدہ عرب امارات کے جہاز رانی ٹینکروں کو پکڑ لیا تھا۔ اس کے بعد سمندر میں تیل کے ٹینکروں پر حملے ہوئے، جس کا الزام ایران پر لگایا گیا۔ اس کے بعد سعودی عرب میں تیل کی تنصیبات پر حملہ ہوا، جس کا الزام امریکا اور سعودی عرب نے ایران پر لگایا۔ اس حملے کی ذمہ داری حوثیوں نے قبول کی۔ یہ کوئی راز نہیں کہ ایران ان حوثیوں کا پشت پناہ ہے۔ اسلحہ اور جنگی اخراجات ایران فراہم کر رہا ہے۔ اس تمام تر صورت حال کے باوجود امریکا نے اقتصادی پابندیوں کے علاوہ ایران کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ امریکا نے 2003 میں محض قیاس آرائیوں کی بنیاد پر عراق پر حملہ کیا۔ صدام حسین کا تختہ الٹ دیا۔ خود امریکا نے اعتراف کیا ہے کہ ایران نے جن سرخ لکیروں کو کراس کیا ہے، عراق نے کراس نہیں کیا تھا۔ تاہم اقتصادی پابندیوں کے علاوہ امریکا نے ایران کے خلاف کچھ نہیں کیا۔

ایران کی جانب سے جوہری پروگرام پر طے پانے والا معاہدہ مسترد کرنے کے بعد امریکا نے ایران کے خلاف کچھ سخت اقدامات اٹھائے، لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا۔ ان تمام تر حالات سے معلوم ہوتا ہے امریکا کا غلبہ اور برتری اب رُوبہ زوال ہے۔ امریکی صدر جمی کارٹر نے 1980 میں امریکی تسلط کا آغاز کیا تھا۔ خلیج میں ہر مخالف کو فوجی طاقت کے استعمال سے ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ امریکا نے اسی فیصلے کی بنیاد پر عراق اور ایران کے درمیان جنگ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ 1991 میں عراق پر حملہ کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں امریکا نے واقعتاً خلیج پر قبضہ کر لیا۔ عرب ریاستوں کو نام نہاد 'خوش حالی اور استحکام' کے نام پر تابع کر دیا۔ امریکا نے تب ایران کا خوف پھیلایا اور یہ ذہنیت پھیلائی کہ اگر خلیج میں امریکی فوج نہ ہوتی تو ایران عرب ریاستوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آگے بڑھے گا۔ اب صدر ٹرمپ کا کہنا ہے کہ امریکا نے کسی کی حفاظت کا ٹھیکہ نہیں اٹھایا ہوا۔ ہر ایک کو اپنا دفاع کرنا چاہیے۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ امریکا کی عظیم طاقت اب ختم ہو گئی ہے۔ وہ اپنے اتحادیوں کے دفاع کی صلاحیت کھو چکا ہے۔ یہ واشنگٹن کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا ہے، جو خلیج میں اس کے چالیس سالہ تسلط کو ختم کر دے گا۔ اب امریکی انخلا کا خلا روس اور چین پُر کریں گے۔ امریکا کے عرب اتحادی اب امریکا سے مایوس ہو چکے ہیں۔ ان کے اعتماد میں سخت کمی آچکی ہے۔ اس لیے وہ ایران کے ساتھ تعلقات میں بہتری لانے اور روس کے ساتھ نئے معاہدے کرنے کے خواہاں ہیں۔

افغانستان امریکا و یورپ آمنے سامنے

عبدالعزیز

یورپی یونین نے گزشتہ 18 سالوں میں ہمیشہ امریکا کی موجودگی اور اس کے منصوبوں کا دفاع کیا ہے۔ برطانیہ، جرمنی اور فرانس سمیت یورپی ممالک کے ہزاروں فوجیوں نے نیٹو کے پلیٹ فارم سے افغانستان کی جنگ میں امریکا کا ساتھ دیا۔ جس میں ان کے ہزاروں فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپی ممالک نے افغانستان میں جنگ کے ساتھ افغانستان کی تعمیر نو میں بھی قابل ذکر اخراجات اٹھائے ہیں۔ کوشش کی ہے کہ افغان جنگ میں اپنے اتحادی اور اسٹریٹجک ساتھی امریکا کی مدد کریں۔ امریکی انتخابات میں ڈونلڈ ٹرمپ کی کامیابی کے ساتھ کچھ یورپی ممالک خصوصاً جرمنی اور فرانس کے تعلقات امریکا کے ساتھ کشیدگی کی طرف جانے لگے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے اپنے آمرانہ اور تسلطانہ رویے کی وجہ سے یورپ کو اعصابی طور پر متاثر کیا۔ انہیں مجبور کیا کہ عالمی مسائل میں اپنا الگ موقف اختیار کریں۔ اپنے فیصلے خود کریں۔ حالانکہ حالیہ کچھ عشروں میں یورپی یونین نے عالمی معاشرے کے مسائل میں بہت کم امریکی موقف کے خلاف رائے دی ہے۔

ڈونلڈ ٹرمپ نے کئی بار جرمنی پر دباؤ ڈالا ہے کہ اپنے دفاعی اور سکیورٹی بجٹ میں اضافہ کرے۔ نیٹو میں بڑا مالی حصہ لے۔ فرانس کے صدر کو کئی بار ایران اور دیگر عالمی مسائل میں ان کے سیاسی موقف کی وجہ سے احمق کہا ہے۔ اس طرح کی تنقید نے جہاں عالمی سطح پر ان کے تعلقات میں کشیدگی پیدا کی ہے، وہاں افغان جنگ کے حوالے سے بھی ان کی پالیسیوں پر اثرات مرتب کیے ہیں۔ جیسا کہ موجودہ حالات میں دوطرفہ دو مخالف فریق ایک دوسرے کی مخالف پوزیشن میں کھڑے ہیں۔ امریکا طالبان کے ساتھ ایسی مصالحت کی تلاش میں ہے، جس کے نتیجے میں آئندہ 15 ماہ تک کسی طرح اپنی پوری فوج نکال لے۔ ممکن ہے اقتدار کا خاص اور بڑا حصہ طالبان کے حوالے کر دے۔ یورپی یونین عوامی حکومت، خواتین کے حقوق، میڈیا کی آزادی اور آزاد و خودمختار سماجی تنظیموں کے کام اور سیاسی جماعتوں کی تشکیل وغیرہ کو بنیادی کردار دینے کا حامی ہے۔

یورپی یونین کی نظر میں طالبان کے ساتھ امریکا کا ممکنہ اتفاق رائے ان کے خیال میں ان اقدار پر حملہ ہے، جن کے نفاذ میں عالمی سوسائٹی نے کوششیں کی اور قربانیاں دی ہیں۔ فرانس، برطانیہ اور جرمنی عملی طور پر امریکا کے صلح پروگرام کے خلاف ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ اس یک طرفہ اتفاق رائے کا راستہ روک کر امریکا کو مجبور کیا جائے کہ اپنی فوج تدریجی طور پر افغانستان سے نکالے۔ تاکہ نیا خلا سامنے نہ آئے۔ اگرچہ اس وقت طالبان امریکا کے مذاکرات معطل ہیں، مگر ایسی علامات موجود ہیں کہ مذاکرات کا پھر سے آغاز ہو جائے۔ ٹرمپ نے اپنے فیس سیونگ اور اپنی ٹویٹ کو جواز دینے کے لیے طالبان سے مطالبہ کیا ہے کہ اپنے موقف میں نرمی پیدا کریں۔ افغانستان کے بڑے شہروں میں حملے کم کر دیں۔ طالبان اب بھی پرانے موقف پر قائم ہیں کہ یہ سب تب ہوگا، جب امریکا صلح کے معاہدے پر دستخط کرے گا۔ یورپی سوسائٹی کا خیال ہے حالیہ الیکشن اگرچہ غیر منظم اور دھاندلی سے بھرپور تھے، مگر اسی الیکشن کی بنیاد پر ہی نیا نظام بننا چاہیے۔ امریکا، روس، پاکستان اور چین چاہتے ہیں طالبان کی موجودگی اور مرکزی کردار کی صورت میں ہی افغانستان کا نیا نظام تشکیل پائے۔ امریکا افغانستان کے حالیہ الیکشن کے انعقاد پر راضی نہیں تھا۔ امریکا کو امید تھی کہ طالبان کے ساتھ صلح کا معاہدہ افغانوں سمیت امریکا کے مفاد میں بھی ہے۔ امریکا جانتا تھا یہ الیکشن کبھی بھی شفاف اور واضح نتیجہ خیز نہیں ہوں گے۔ اس طرح کے انتخابات میں ایک بار پھر اشرف غنی اور عبداللہ اپنا راستہ نکالیں گے۔ یہ دونوں چہرے افغانوں کے درمیان دس فیصد حمایت بھی نہیں رکھتے۔ اب تک ایسا لگتا ہے یورپی یونین کابل انتظامیہ کی پشت پر ہے۔ حتیٰ کہ اس الیکشن کے اخراجات بھی جرمنی، فرانس اور برطانیہ نے اٹھائے تھے۔

یہ تین یورپی ممالک اس تلاش میں ہیں کہ کابل کی نیم جان انتظامیہ افغانوں پر ایک بار پھر مسلط کی جائے۔ ماہرین کے مطابق کابل انتظامیہ کے ساتھ یورپی سوسائٹی کی حمایت مختصر عرصے کے لیے ہوگی۔ جب امریکا اور طالبان کے درمیان معاہدے پر دستخط ہو جائیں گے اور روس و چین اس معاہدے کے ضامن بنیں گے۔ یورپ کے لیے مشکل ہے کہ امریکا اور خطے کے اہم ممالک کی حمایت کے بغیر کابل کو پرانی انتظامیہ ہی کے حوالے کر دیں۔ اکیلے ہی اس کا مالی تعاون کریں۔ عالمی میدان میں اسے کردار بھی دلا سکیں۔ عالمی مسائل اور مشکلات سے بھی بچا سکیں۔

عراق میں احتجاجی مظاہرے

شہید زوی

عراق میں عوام نے حکومت کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ ملک کے کونے کونے تک بڑھادیا ہے۔ اب یہ مقبول نعرہ ہر شخص کی زبان پر ہے کہ 'عراق کو متحد رکھا جائے'! عراقی عوام اپنے ملک میں سیاسی عدم استحکام کے خاتمے اور متحد قوم اور واحد حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان مطالبات کی منظوری کے لیے انہوں نے ملک بھر میں بے مثال جدوجہد شروع کی ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے وہ ہر روز اپنے گھروں سے سڑکوں پر نکل رہے ہیں۔ ان پر فوج کی جانب سے تشدد کیا جاتا ہے۔ وہ مشکلات برداشت کر رہے اور قربانیاں دے رہے ہیں۔ اپنے مطالبات سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار ہیں اور نہ ہی سمجھوتہ کریں گے۔

فوج اور مسلح تنظیموں کی وجہ سے بدامنی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ریاستی سطح پر بڑی بدنظمی، بدعنوانی، بے روزگاری، غربت اور معاشی بدحالی کے خلاف عوام کی یہ تحریک گزشتہ سال جولائی میں شروع ہوئی۔ اب عوامی طوفان کے طور پر ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی ہے۔ رواں سال کا اکتوبر عراقی تاریخ کا ایک خونریز مہینہ تھا، جس میں فوج اور مسلح گروہوں نے نہتے مظاہرین پر اندھا دھند فائرنگ کی۔ جس میں 250 مظاہرین قتل، جب کہ 3000 سے زیادہ زخمی ہوگئے۔ 2003 میں عراق پر امریکی جارحیت کے بعد اب تک عراقی عوام کا قتل عام جاری ہے۔ امریکی اور برطانوی فوجیوں، شیعہ مسلح گروہوں اور داعش نے بڑی بے رحمی کے ساتھ پندرہ لاکھ سے زیادہ بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیا۔ اس قتل عام میں رہی سہی کسر کٹھ پتلی حکومت پوری کر رہی ہے۔ یہ غیر مسلح مظاہرین ایک ایسے جرم میں مارے جاتے ہیں، جنہوں نے ایک غیر فعال نظام اور بدعنوانی میں ملوث مسلط کرپٹ حکمرانوں کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ تادم تحریر احتجاج کا دائرہ تقریبا پورے عراق تک پھیل گیا ہے۔ دارالحکومت بغداد میں رات کو کرفیو لگایا جاتا ہے۔

موجودہ تحریک گزشتہ برسوں کے احتجاج سے بہت مختلف ہے۔ سابقہ عوامی احتجاج کے برعکس یہ احتجاج اچانک شروع ہوا۔ لوگ کسی سیاسی رہنما یا پارٹی کی درخواست پر باہر آئے ہیں اور نہ ہی سیاسی جماعتوں کے مظاہروں کی طرح یہ احتجاج منظم طور پر شروع ہوا۔ یہ احتجاج حکومت کی تمام ناکام پالیسیوں اور اقدامات کے خلاف شروع ہوا ہے۔ عبدالوہاب الساعدی نامی ایک جنرل کو ان کے عہدے سے ہٹانے کے بعد اس احتجاج میں مزید تیزی آئی ہے۔ عبدالوہاب الساعدی دہشت گردی کی روک تھام کے نام سے بنائے گئے ادارے کے سربراہ تھے۔ جس نے دو سال قبل موصل شہر کو داعش کے مسلح اہل کاروں سے آزاد کر کے عراقی قوم میں مقبولیت حاصل کی تھی۔ عراقی عوام انہیں ہیرو سمجھنے لگے۔ عوام انہیں فرقہ واریت کے ناسور سے دور ایک محب وطن رہنما سمجھتے ہیں۔ رواں سال ستمبر میں جنرل ساعدی کو حکومت نے کوئی معقول وجہ بتائے بغیر عہدے سے برطرف کر کے وزارت دفاع میں بھیج دیا۔ جنرل ساعدی نے حکومت کے اس اقدام کی مذمت کی اور اپنی فوجی تاریخ کی توہین قرار دے کر اس پر ناراضی کا اظہار کیا۔ عراقیوں کا کہنا ہے حکومت کا یہ اقدام ذاتی مفادات اور اثر و رسوخ کو بڑھانے کے لیے ایک شیطانی حربہ ہے۔ یہ محب وطن عراقی عوام کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ حکومت نے مایوس عراقیوں کو مزید مایوس کیا۔ اب ملکی وحدت کا نعرہ ایک قومی نعرہ بن چکا ہے۔

ان مظاہرین میں اکثریت ان نوجوانوں کی ہے، جو عراق پر امریکی حملے کے بعد بڑے ہوئے اور اسی جارحیت کے وقت انہوں نے شعوری زندگی شروع کی ہے۔ انہوں نے امریکا کی جانب سے عراق کی تباہی کا منظر دیکھا ہے۔ عراقی ریاستی اداروں کی ناکامی سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ صدام حسین حکومت کی تحلیل کے بعد امریکا نے عراق کے لیے بہت ہی ناقص آئین کا مسودہ تیار کیا۔ عراق میں فرقہ وارانہ تشدد کو ہوا دی۔ ایک ایسا نظام نافذ کیا، جس میں تمام ارکان اپنا بینک بیلنس بڑھانے کے لیے امریکا کے غلام بن گئے۔ انہوں نے ملک و قوم کے مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دی۔

مغربی غلام میڈیا نے یہ بوسیدہ نظام عراقی عوام کے لیے امریکی جمہوریت کا تحفہ قرار دیا۔ دنیا نے مشاہدہ کیا کہ یہ عراقی عوام کے لیے ایک قاتل جمہوریت ہے،

جس میں تقریباً 15 لاکھ عراقی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لاکھوں نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ عراق کھنڈرات میں تبدیل ہوا۔ تیل پیدا کرنے والے ممالک میں عراق پہلے نمبر پر ہے۔ تیل کی مد میں حاصل ہونے والی رقم کا بہت بڑا حصہ بدعنوان سیاست دانوں کی جیبوں میں جاتا ہے۔ جب کہ قوم کو غربت کا سامنا ہے۔ 2003 سے اب تک 450 ارب ڈالر چوری ہوئے ہیں۔ غریب عوام کی اتنی خطیر رقم چوری ہونا عوام کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ عراق میں احتجاجی مظاہروں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں شامل تقریباً تمام افراد غریب لوگ ہیں۔ امیر تو امیر، متوسط طبقے کے لوگ بھی بہت کم ان میں شامل ہیں۔

یہ تحریک غریب لوگوں کے کچے مکانات اور خیموں سے شروع ہوئی ہے۔ مغربی میڈیا میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کے حوالے سے مغربی میڈیا پر کچھ شائع ہوتا ہے تو وہ صرف یہ خبر ہے کہ عراق میں داعش کے خاتمے کے بعد اب لوگوں کی زندگی میں مستقل بہتری آ رہی ہے۔ ان مظاہروں کی بنیاد غریب لوگوں نے رکھی ہے۔ اس لیے حکومت نے اس اہم مسئلے کو سنجیدہ نہیں لیا۔ جب اہم شیعہ رہنما مقتدیٰ الصدر نے اس تحریک کی حمایت کا اعلان کیا تو حکومت کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے نجف شہر میں ہونے والے احتجاج میں شرکت کی اور وزیر اعظم سے فوری طور مستعفی ہونے اور عام انتخابات کے انعقاد کا مطالبہ کیا۔ فوج ان مظاہرین پر فائرنگ کرتی ہے۔ جب کہ ایرانی تربیت یافتہ ملیشیا کے اہل کار بھی خفیہ ٹھکانوں اور بلند عمارات سے انہیں نشانہ بناتے ہیں۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ ایرانی تربیت یافتہ عراقی شیعہ ملیشیا وزیر اعظم عادل عبدالمہدی کے پیچھے کھڑے ہیں۔ حاشیڈ نامی ایک مسلح گروہ اس حوالے سے بہت سرگرم ہے۔ اس لیے مظاہرین حکومت اور ان مسلح گروہوں کے بہت خلاف ہیں۔ بغداد سے تین کلومیٹر دور صوبہ میسان میں مظاہرین نے شیعہ ملیشیا کے ہیڈ کوارٹر 'عصائب اہل الحق' پر حملہ کیا۔ جن پر دفتر سے فائرنگ ہوئی اور 14 افراد مارے گئے۔ اس کے رد عمل میں مظاہرین، جن میں مقتدر صدر کے حامی بھی شامل تھے، نے اس گروہ کے مقامی رہنما پر حملہ کر دیا۔ جس میں وہ بچ گیا، تاہم اس کا بھائی مارا گیا۔ کہا جاتا ہے اگلے روز پاسداران انقلاب کے سینئر کمانڈروں کے ایک گروپ نے عراقی انٹیلی جنس اور عسکری حکام سے ملاقات کی، جس کے بعد پاسداران انقلاب کے قائدین عراقی حکومت سے مستقل رابطے میں ہیں اور انہیں مشورے دے رہے ہیں۔

ایران کی جانب سے عراق کے شیعہ عسکریت پسندوں کو مدد فراہم کرنے اور عراق کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے سے عراق کے عوام میں اتنا غصہ پیدا ہوا ہے کہ انہوں نے کربلا میں ایران کے قونصلیٹ پر حملہ کر دیا۔ وہاں آویزاں ایران کے روحانی رہنما آیت اللہ خامنہ ای کی تصویروں کو پھاڑ کر قونصلیٹ پر عراق کا پرچم لہرا دیا۔ ایران اور اس کے تربیت یافتہ مسلح گروہوں کے لیے یہ صورت حال اس قدر خوف ناک ہے کہ ایران نے عراق میں اس صورت حال کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔

احتجاج کے دوسرے دن حکومت نے انٹرنیٹ بند کر دیا۔ تاکہ عراق میں غریب عوام کے احتجاجی مظاہروں اور مظاہرین پر حکومت کے وحشیانہ مظالم کا دنیا کو پتہ نہ چلے۔ سرکاری اہل کاروں نے نجی کپڑوں میں ٹی وی چینلز کے بیشتر دفاتر پر حملے کیے اور توڑ پھوڑ کر کے مظاہرین کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ حکومت نے یہ پروپیگنڈا بھی کیا کہ ان مظاہرین کے پیچھے کسی اور کی سازش کار فرما ہے۔ حکومتی پروپیگنڈے کے مطابق وہ سازش 'بعث پارٹی' ہے، جو اس طریقے سے دوبارہ اقتدار پر کنٹرول حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وزیر اعظم عادل عبدالمہدی نے مظاہرین کو مذاکرات کی دعوت دی ہے۔ تاہم انہیں مثبت جواب نہیں ملا۔ کیوں کہ مظاہرین کا کوئی رہنما نہیں ہے، جو مثبت جواب دے۔

حکومت نے اصلاحات لانے کا اعلان کیا ہے۔ تاہم اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیوں کہ اس نظام پر عوام کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ مظاہرے اب طاقت یا گفت و شنید کے ذریعے ختم نہیں کیے جا سکتے۔ ان کے خاتمے کا واحد راستہ یہ ہے کہ وزیر اعظم عبدالمہدی استعفیٰ دے دیں۔ عبوری حکومت قائم کریں۔ آزادانہ انتخابات کروائے جائیں۔ نئے آئین کا مسودہ تیار کیا جائے جس میں فرقہ واریت اور مذہبی تعصب کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ ایسے اقدامات سے یہ شورش اور مظاہرے ختم ہو سکتے ہیں۔ عراق بھی متحد رہ سکے گا۔

بیرونی طاقتوں کی ضرورت نہیں

محمد مبصر

اشرف غنی کے ترجمان نے ڈونلڈ ٹرمپ کے افغانستان سے تدریجی انخلا والے بیانات پر ردعمل دیتے ہوئے کہا ہے کہ افغانستان میں ابھی بیرونی فوج کی موجودگی ضروری ہے۔ ترجمان نے مزید کہا کہ بیرونی فوج کو اس وقت تک جنگ جاری رکھنے کی ضرورت ہے، جب تک افغانستان کو لاحق خطرات اور چیلنجز کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ جب امریکا اور امارت اسلامیہ کے نمائندوں کے درمیان بات چیت جاری تھی، تب بھی کابل انتظامیہ کے سربراہ ایسے بیانات دیتے رہے، جن میں ڈونلڈ ٹرمپ سے تمام فوج کے انخلا سے رُکنے کا کہا گیا تھا۔

یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ افغانستان کو واقعتاً بیرونی امداد کی ضرورت ہے؟ بیرونی فوج کی افغان سرزمین پر موجودگی اس ملک کی خودمختاری اور جغرافیائی تحفظ پر واضح سوالیہ نشان ہے۔ اس کے خلاف جنگ لڑنا اور جدوجہد کرنا دینی اور ملی فریضہ ہے۔ افغان عوام گزشتہ اٹھارہ سال سے لڑ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سے مقاصد ہیں، جن کے حصول کے بعد افغان عوام آزادی، خودمختاری اور ایک شفاف نظام کے نفاذ کے لیے اپنے اس عظیم ارمان کی قربانی دیں۔ واضح ہے کہ خودمختاری اور اسلامی نظام کے مقابلے میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں ہو سکتا۔ بیرونی قوتوں کی موجودگی کا مطلب یہ ہے کہ مزاحمت بہر حال جاری رہے گی۔ جب تک امریکا یہاں پر موجود ہے، تب تک جنگ جاری رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ بیرونی قوتوں کی جارحیت اور ان کی جانب سے جنگ جاری رکھنے سے افغان عوام کی کیا ضرورت ہے؟ بلاشبہ جنگ تباہی ہے۔

افغان عوام نے بیرونی جارحیت کی موجودگی کے نقصانات دیکھتے ہیں۔ افغانستان دنیا کا سب سے زیادہ بدامنی کا شکار ملک ہے۔ اس کی جنگ دنیا کی سب سے طویل خونی جنگ سمجھی جاتی ہے۔ تاریخ کے بدنام اور عوام کے مسترد کردہ چہرے مسلط ہیں۔ آدھے سے زیادہ افغان عوام غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ قانون کا یہاں نام و نشان نظر نہیں آتا۔ بیماریاں اور ملک کی تباہی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ حاکم انتظامیہ میں کرپشن اس عروج پر پہنچ چکی ہے کہ امریکا نے کروڑوں ڈالر کی امداد بند کر دی ہے۔ یہ گزشتہ 19 سالہ جارحیت کی کچھ حاصل کردہ کامیابیاں ہیں۔ اگر یہ لوگ مزید بھی یہاں رہیں گے، بدامنی اور تباہی کی یہ فہرست اور بھی لمبی ہوتی جائے گی۔ اگر 19 سالوں میں بے انتہا مصارف کے باوجود دنیا کو درپیش اس مفروضہ خطرے کا خاتمہ نہیں ہو سکا تو پھر کب ختم ہو گا؟

دوسری بات یہ معلوم ہونی چاہیے کہ افغانستان سے دنیا کو یا خود اس ملک کو کوئی خطرہ درپیش ہے یا نہیں؟ کابل انتظامیہ بیرونی قوتوں کے خلاف مزاحمت کو دہشت گردی اور دنیا کے لیے خطرہ قرار دیتی ہے۔ ان کے سامنے یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ افغانوں کی مزاحمت ملک کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ یہ وہ روشن جہاد ہے، جس سے ان شاء اللہ خودمختاری اور اسلامی نظام کا دوبارہ احیا ہو گا۔ کابل انتظامیہ کو اب اس بات کا جواب دے دینا چاہیے کہ کیا خودمختاری اور اسلامی نظام کا اعادہ اس ملک کے لیے خطرہ ہے؟ افغان عوام صرف اپنی خودمختاری اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انہوں نے بار بار اپنا موقف واضح کیا ہے۔ کابل انتظامیہ جنگ کو مزید طویل دینے پر دنیا کو راضی کرنے کے لیے دنیا کو یہ باور کرا رہی ہے کہ دنیا کو اس مزاحمت سے خطرہ ہے۔ اس لیے افغانستان میں امریکی موجودگی ضروری ہے۔

بیرونی قوتوں کی موجودگی کابل انتظامیہ کے لیے آکسیجن کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی موجودگی کے بغیر کابل انتظامیہ اس کے اپنے سربراہ کے مطابق چھ ماہ بھی باقی نہیں رہ سکتی۔ ان بے ضمیروں کو واضح ہونا چاہیے کہ امریکا کے سامنے تمہارا اقتدار یا تمہاری حکومت کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ انہوں نے اپنے مفاد کے لیے یہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آج ہو یا کل، یہ لوگ بستر باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ پھر تم اس قوم کے رحم و کرم پر ہی رہ جاؤ گے۔

دنیائے اسلام کے نام پیغام

عتیق اللہ

مغرب کے مسلسل تسلط کے اسباب میں بنیادی کردار مغرب کی اعلیٰ اور پیچیدہ ٹیکنالوجی، مستحکم اقتصادیات، فوجی طاقت، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کا ہے۔ مغرب نے یہ ٹیکنالوجی گذشتہ ڈھائی، تین سو سال کے مسلسل تجربات اور طویل سائنسی تحقیق کے نتیجے میں حاصل کی ہے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں تقلیدِ مغرب کے پرچم بردار وہاں کی اصل سائنس اور حقیقی ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنے کے بجائے مغرب کے ظاہری ڈھانچے کی پیروی کو نہ صرف خود کافی سمجھتے ہیں، بلکہ زبردستی دوسروں سے منوانے میں بھی ذرہ برابر تامل نہیں کرتے۔ اس ٹیکنالوجی نے مغرب کی اقتصادیات کو بھی محکم تر بنانے میں مدد دی ہے اور مستحکم اقتصادیات نے فوجی طاقت بنانے اور برقرار رکھنے میں مدد دی۔

آج دنیائے اسلام ان چاروں میدانوں پیش رفت کر سکتی ہے، بشرطیکہ وہ ذہنی غلامی سے آزاد ہو اور اپنے شدید احساس کمتری سے نکلے۔ آج دنیائے اسلام میں جو طبقہ جتنا بااثر ہے، وہ ذہنی طور پر مغرب کا اتنا ہی غلام ہے۔ دنیائے اسلام میں عام طور پر معاملات ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ میں ہیں، جو پیرِ مغرب کے سکھائے ہوئے سبق ہی کو دہرانے میں کامیابی سمجھتے ہیں۔ دنیائے اسلام کے یہ حکمران ذرا چار صدی پیچھے جا کر تاریخ ملاحظہ فرمالیں کہ ہمارے باپ دادا نے اسلام کے مقاصد و اہداف کو پورا کرنے کے لیے کن وسائل وسے کام لیا۔

ہمارے ہاں بہت سے حضرات سادہ لوحی سے مغرب کا مطالعہ کرتے اور مغرب کے ظاہری دعوؤں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں مغرب نے مذہب کو گھر سے نکال دیا ہے اور اب مغرب ہر مذہبی تعصب سے آزاد ہے۔ یہ بالکل غلط سوچ ہے۔ مغرب نے ہرگز مذہب کو گھر سے نہیں نکالا۔ مغرب کی ہر چیز عیسائی تہذیب و تمدّن، عیسائی روایات اور عیسائی تعصبات پر مبنی ہے۔ یہ کہنا کہ مغربی دنیا سیکولر ہے ، اس لیے اسے مذہبی مفادات سے دل چسپی نہیں ہے، یہ پرلے درجے کی بے وقوفی اور افسوس ناک سادہ لوحی ہے۔ آج بھی امریکا اور یورپ کے ہر ملک کو دنیا بھر میں مسیحی مفادات سے مکمل دل چسپی ہے۔ عیسائی مفادات کو فروغ دینے میں ان کی ساری حکومتیں ایک آواز اور ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہیں۔ ان حالات میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ آج کے سیاق و سباق میں ان ذمہ داریوں کو اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

کسی بھی مسلم ملک کے باشندوں کے درمیان مکمل اتحاد و یکجہتی کا فروغ آج سب چیزوں سے بڑھ کر اہم ہے۔ دنیائے اسلام کے قائدین اور حکمرانوں کے مابین بنیادی بین الاقوامی معاملات میں عمومی اتفاقِ رائے اور فکری ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ داخلی طور پر موجودہ مسلم ممالک کی آزادی، خود مختاری اور قومی قیادت کا تحفظ اور اس باب میں دنیائے اسلام کے مابین ممکنہ حد تک تعاون کی ضرورت ہے۔ دنیائے اسلام میں تعلیم و ثقافت کے باب میں مکمل یکجہتی اور اسپیشلائزیشن کی ضرورت ہے۔ زیادہ سے زیادہ اقتصادی تعاون کو فروغ اور مسلم ممالک کی قومی معیشتوں میں خود کفالت کا حصول لازمی امر ہے۔ دینی تحریکات، اسلامی تنظیموں اور حکومتوں کے مابین کشمکش کا مکمل اور فوری خاتمہ چاہیے۔ اس غرض کے لیے ایک بین الاقوامی 'مسلم مصالحتی کمیشن' کی تشکیل ضروری ہے، جو اس کشاکش کے اسباب و محرکات کا جائزہ لے کر اور ان کو ختم کرنے کے لیے تجاویز دے۔ امت مسلمہ میں وحدت اور یکجہتی کو فروغ دینے کی راہیں ہموار کرے۔

یہ مقاصد و اہداف معمولی نہیں ہیں۔ ان کی تکمیل محض خواہشات کے اظہار سے ممکن ہے اور نہ محض نعرہ بازی اور مطالبہ سازی سے یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان مقاصد کے لیے امت مسلمہ کو بہ یک جان اور بہ یک آواز کام کرنا ہو گا۔ یہ مقصد ایک طویل جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر ہم محض نعروں اور جلوسوں سے سُپر ٹیکنالوجی کا مقابلہ کرنا چاہیں تو یہ حکمت و دانائی کے سراسر خلاف ہے۔ جہاد ایک طویل المیعاد عمل کا تقاضا کرتا ہے۔ جہاد صرف جہاد بالسیف کو نہیں کہتے، بلکہ اسلام کے فروغ اور امت مسلمہ کے دفاع اور ترقی کے لیے کیا جانے والا ہر مثبت اور تعمیری کام بھی جہاد ہی کی ایک قسم ہے۔ اس طویل المیعاد عمل کے لیے کوئی مختصر راستہ نہیں ہے۔ اس کے لیے صبر، حوصلہ اور ہمت سے جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔

طالبان نجات کے فرشتے

حبیب مجاہد

افغانستان کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں بہت ہی کم عرصہ سیاسی استحکام رہا ہے۔ خاص طور پر قریبی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کسی خود مختار حکومت یا فوجی طاقت سے تہی دامن رہا ہے۔ روسی دراندازی سے پہلے افغانستان کا شاہی نظام اسی سال سے زیادہ عرصہ تک دفاعی قوت اور انٹیلی جنس کے حوالے سے نہایت ہی کمزور رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ چند کمیونسٹ بہت ہی آسانی کے ساتھ ملک پر قابض ہوگئے۔ تب یہاں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی، جو اس مصیبت سے نجات دلانے میں ملت کا ہاتھ بٹا سکے۔ یہ مؤمن ملت بذاتِ خود میدان میں آئی۔ اپنی اسلامی اقدار اور ملکی وقعت کو کمیونزم کی آفت سے نجات دلائی۔

کمیونزم کے خلاف فتح پانے کے بعد ملک میں خانہ جنگی، لوٹ مار اور قومی تعصب جیسے فسادات زور پکڑنے لگے۔ اس وقت کوئی ایسی مقتدر حکومت تھی، جو اہلِ وطن کو ان مصائب سے نجات دلائے نہ ہی ایسی فوجی طاقت، جو مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچا سکے۔ ان بے یار و مددگار حالات میں ملک و ملت کی پکار پر لبیک کہنے والے اور ملک کو نجات دلانے کے لیے جد و جہد کرنے والے مساجد و محراب کے طالبان ہی تھے۔ کتاب، استاد اور مدرسے کی چاردیواری تک محدود رہنے والے طالب علم نے دیکھا کہ ملت تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے اور جہادی خدمات پر پانی پھیرا جا رہا ہے تو وہ اپنی کتاب کو خیرباد کہہ کر ملک کے بچاؤ کی خاطر میدان میں آ گیا۔

ملک و ملت کو نجات دلانے کے لیے طالبان نے اپنی جان کی بازی لگائی اور ہر قسم کی مشقت و ریاضت کا خیر مقدم کیا۔ اہلِ وطن کو خوں خواروں کے چنگل سے رہائی دلائی۔ یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھا اور شریعت کے سائے تلے راحت و مسرت کی زندگی بسر کرنے کا ماحول مہیا کیا۔ جب کبھی ملک و ملت پر کوئی آفت نازل ہوئی، تب طالبان نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ انہوں نے اپنے دیس کے دفاع میں جان پر کھیلا۔ ملک میں برپا طوفانوں کو عالی ہمت کے ساتھ پسپا کر کے عظیم نقصانات کا سدّباب کیا۔ جب ملک پر صلیبی جارحیت پسند حملہ آور ہوئے تو یہی طالبان ملک کی حفاظت کی خاطر میدان کارزار میں نظر آئے۔ اٹھارہ سال طاغوتی دنیا سے خالی ہاتھ لڑنے والے بھی طالبان ہی ہیں۔ ان پر طرح طرح کے بہتان باندھے گئے۔ مختلف انواع و اقسام کے ہتھیاروں کے ذریعے ان پر زور آزمائی کی گئی۔ حق پرست طالبان جہاد فی سبیل اللہ سے نہیں رُکے۔ اُن کی ہر قربانی تاریخ کے لیے ایک درخشندہ باب ہے۔ ایک بار پھر ملک و ملت کی ڈوبتی کشتی کو سہارا مل گیا۔

اسی طرح داعشی فتنے کے سدِباب کے لیے طالبان ہی خصوصاً افغان قوم اور عموماً عالمِ اسلام کے کام آئے۔ طالبان نے افغانستان سے داعش کی جڑ کاٹنے کے لیے زابل، فراہ، غور اور جوزجان میں خصوصی کارروائیاں کیں۔ وہ اب مشرقی علاقوں کو داعش کی نحوست سے نجات دلانے میں مصروف ہیں۔ اگر ہم حقائق کی دنیا میں نظر دوڑائیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ملتِ افغانستان کے لیے جانباز طالبان نجات کے فرشتے ہیں۔ انہوں نے ہر سخت گھڑی میں وطن کا دفاع کیا۔ انہوں نے اللہ عزوجل کی مدد و نصرت سے ملک و ملت کو طرح طرح کے شرور و فتن سے نجات دلائی۔ مکمل اخلاص و فداکاری سے ہمیشہ اپنا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

سید آباد کو گرادو کہ نیویارک پرامن ہو

زخمی افغان

افغان تاریخ اپنے ہیروز کی طرح کچھ کٹھ پتلی اور خوشامدیوں سے بھی بھری پڑی ہے۔ ایک جانا پہچانا چہرہ شاہ شجاع کا ہے۔ شاہ شجاع کو افغانستان میں انگریزوں کی آمد کا قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے۔ ان کا جرم یہ تھا کہ شاہ شجاع 1839ء میں انگریز لشکر کی حمایت سے افغانستان آئے اور کابل کے تخت پر قابض ہوگئے۔ شاہ شجاع کٹھ پتلی ہو سکتے ہیں۔ کفار کے ساتھی ہو سکتے ہیں۔ دوسرا ہر الزام آپ ان پر لگا سکتے ہیں، مگر اتنے بے حمیت اور بے اصل نہ تھے کہ انہوں نے لندن میں انگریزوں کے محلات کے تحفظ کے لیے اپنے وطن کے کچے گھر گرانے اور آباد دیہاتوں کو تباہ کرنے کی اجازت دی ہو۔ اس وطن میں ببرک کارمل بھی تھا۔ کبھی اس نے یہ نہیں کہا کہ افغانستان کو تباہ کر دو، تاکہ ماسکو اور لینن گراڈ پرامن ہو جائیں۔ آج کے کٹھ پتلی اشرف غنی کی طرف دیکھیں، جو صلیبی آقا کے کفریہ عقائد کی سربلندی کے لیے افغان عوام پر ہر قسم کے مظالم کی چکی چلا رہا ہے۔

آریانا ٹی وی اور اور دیگر بہت سے میڈیا ذرائع نے رپورٹ دی ہے کہ اشرف غنی کی سربراہی میں کٹھ پتلی انتظامیہ نے میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں شارع عام کے کنارے آباد عام افغان شہریوں کے 80 گھر گرا دیے ہیں۔ ان گھروں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کا کسی بھی مسلح گروپ سے تعلق نہیں ہے۔ یہ عام افغان شہری ہیں۔ ان کے گھروں کا جرم صرف یہ تھا کہ یہ شارع عام کے کنارے واقع تھے۔ یہ ان کی زندگی کا سرمایہ تھا۔ خزاں کے سرد موسم میں جہاں میدان ورگ اور دیگر مرکزی علاقوں میں شدید سردی ہوتی ہے، اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو بے گھر کر دینا ایک اور انسانی حادثہ ہے۔ ان لوگوں کی نہ اتنی مالی حیثیت ہے کہ اپنے لیے گھر تعمیر کر سکیں اور نہ ہی کوئی ان کی زیادہ فکر کرتا ہے۔ ان کے گھر حکومت نے طالبان کی حمایت کے جرم میں گرائے ہیں۔ سید آباد اور دیگر صوبوں میں بے سہارا افغان شہریوں کے گھروں اور املاک کو اسی اسپیشل فورس نے تباہ کیا، جو رات کو آپریشنز کرتی ہے۔ جب اشرف غنی اس قاتل فورس کے اڈے میں اسٹیج پر کھڑا ہوتا ہے تو بات کا آغاز یوں کرتا ہے:

'تمہاری قربانیاں اور کارروائیاں اس لیے ہیں کہ نیویارک پُرامن رہے۔ یہ تمہاری قربانیوں کی برکت ہے کہ واشنگٹن اور لاس اینجلس میں دھماکے نہیں ہوتے۔

اگر دہشت گردی کے نام پر بے گناہ افغان عوام کا قتل عام نیویارک کے امن کے لیے ہے تو سوال یہ ہے کہ سید آباد کے کچے گھروں کا جرم کیا تھا؟ ان کی غریبانہ جھونپڑیاں تو ہزاروں میل دور کرہ ارض کے دوسری طرف واقع ہیں۔ ہم نہیں سمجھ پا رہے کہ ان جھونپڑیوں کا نیویارک کی بلند و بالا عمارتوں سے کیا مقابلہ تھا کہ انہیں اشرفی قاتلوں نے بموں سے اڑا کر ملبے کا ڈھیر بنا دیا ہے۔ یہ صرف صوبہ میدان وردگ کا ضلع سید آباد نہیں، جس کے کچے مکان اشرف غنی کے حکم پر نیویارک اور لاس اینجلس کی عمارتوں کے بھینٹ چڑھے۔ پکتیا، لوگر، غزنی، بغلان اور دیگر صوبوں میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اشرف غنی کے قاتل دستے ہر رات گھروں پر چھاپے مارتے ہیں۔ لوگوں کے گھر گراتے ہیں۔ جوانوں کو رسیوں سے باندھ کر داعش کی طرح ان کے سر اڑا دیتے ہیں۔ بوڑھوں کو قتل کرتے، خواتین اور بچوں کو بستروں میں مار ڈالتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ ٹومی بابا کی خرمستیوں کا وطن ان کے لاڈلوں کی سیر گاہ نیویارک اور لاس اینجلس پرامن رہیں۔ اشرف غنی کی تمام تر فکر اور اسٹریٹیجی کا خلاصہ یہی ہے۔ وہ خود کو دنیا کا مفکر قرار دیتے تھے۔ انہوں نے اس قوم کو بے روزگاری، قتل، چوری، ڈکیتی، بدنامی اور فحاشی کے بعد آخری تحفہ یہ دیا کہ:

'سید آباد کو گرادو، تاکہ نیویارک پُرامن رہے۔'

امریکی انخلا جنگ بندی سے زیادہ اہم ہے

جمیل باور

تقریبا دو عشروں سے افغانستان امریکا اور اس کے اتحادیوں کی جارحیت کا شکار ہے۔ سیاسی اور عسکری امور، زمین، فضا، خارجہ پالیسی سمیت تمام امور امریکی حکم سے طے ہوتے ہیں۔ سادہ لوح افغانوں اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنی جارحیت کو جواز فراہم کرنے کے لیے چند ایمان فروش افغانوں کی نام نہاد حکومت قائم کی ہے۔ جو کسی بھی طرح ملکی اور دینی اقدار کا لحاظ نہیں رکھتی۔ یہاں ہر کام کی اجازت وہائٹ ہاؤس اور امریکی سفارت خانے سے آتی ہے۔ افغانستان کے غیور عوام ہرگز اپنے ملک میں جارحیت کو برداشت نہیں کرسکتے کہ امریکی فوج ان کی جان و مال اور عزت کو پامال کرے۔ افغان قوم امریکا اور اشرف غنی انتظامیہ سے بیزار ہے۔

امارت اسلامیہ افغان قوم کی سچی نمائندہ ہے۔ پوری قوم نے اس کی حمایت کی ہے۔ دو دہائیوں سے امارت اسلامیہ نے امریکی قبضے کے خلاف مسلح اور سیاسی جدوجہد جاری رکھی ہے۔ آزادی کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا ہے۔ منزل کے حصول تک یہ جدوجہد جاری رہے گی۔ کچھ عرصہ قبل کٹھ پتلی انتظامیہ نے اعلان کیا کہ امارت اسلامیہ پہلے ایک ماہ کی جنگ بندی کا اعلان کرے، اس شرط پر اس سے مذاکرات کا آغاز کریں گے۔ مذکورہ انتظامیہ نے ہمیشہ افغانستان میں جارحیت کے راہ ہموار کی ہے۔ جنگ کو امن پر ترجیح دی اور امن کے لیے کی جانے والی کوششوں کو سبوتاژ کیا ہے۔ سیکڑوں نہتے افغان شہریوں کو شہید کیا۔ افغان انتظامیہ اپنے اس قسم کے اعلانات سے عوام پر یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ وہ امن چاہتی ہے۔ دوسری جانب عوام کی توجہ امریکی جارحیت سے ہٹا کر ایک بے فائدہ جنگ بندی کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہے۔

امارت اسلامیہ کو ملکی مفاد سب سے زیادہ عزیز ہے۔ امارت نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ وہ تب تک مسلح اور سیاسی جدوجہد جاری رکھے گی، جب تک جارحیت پسند فوج کا قلع قمع نہیں ہوتا۔ جب امریکی جارحیت کا خاتمہ ہوگا تو مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ تمام مسائل کی جڑ امریکی ہیں۔ ایک مختصر مدت کی جنگ بندی بالکل اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ سب سے زیادہ اس قوم کا درد محسوس کرتی ہے۔ وہ اپنی قوم و ملک پر کسی بھی قیمت پر غیروں کا قبضہ اور جارحیت برداشت نہیں کرسکتی۔ افغان قوم کو اپنی آزادی کے لیے مجبوراً ان قوتوں کے خلاف لڑنا پڑتا ہے۔ امارت اسلامیہ نے اس مقصد کے لیے مسلح جدوجہد کے ساتھ سیاسی جدوجہد بھی جاری رکھی ہے، جس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے ہیں۔

امارت اسلامیہ سیاسی ڈپلومیسی کے ذریعے افغان مسئلے کے حل کے لیے واضح پالیسی رکھتی ہے۔ خطے کے کئی ممالک نے امارت اسلامیہ کے موقف کی حمایت کی ہے۔ امریکی انخلا سب سے بنیادی معاملہ ہے۔ جب یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایک پرامن اور ترقی یافتہ افغانستان کی طرف سفر شروع ہو جائے گا۔ جس سے کابل انتظامیہ اور دیگر سیاسی جماعتوں سے افغان شہریوں کی حیثیت سے مشاورت اور بات چیت کا آغاز ہو سکتا ہے۔ ایک خود مختار اور اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت قائم کی جائے گی۔ موجودہ نظام کے ادارے اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ ہوئے تو انہیں ویسے ہی رہنے دیا جائے گا۔

اگر تعصب اور تنگ نظری کے سوا اسے اسلامی اور قومی اقدار کے زاویے سے دیکھا جائے تو یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ افغانستان کے گزشتہ چالیس سال کی جنگوں کے اختتام اور ایک پرامن فضاء قائم کرنے کے لیے یہ بہترین پالیسی ہے۔ افغان قوم، خاص طور پر سیاست دانوں کا فرض ہے کہ طالبان کے اس پلان کی حمایت کریں۔ دونوں مل کر ایک آزاد و خود مختار حکومت کے قیام اور مظلوم عوام کے لیے باعزت اور پرامن زندگی کا موقع فراہم کریں۔

ہندو فاشسٹ حکومت اور مسلمان

بشیر اللہ ارمان

9 نومبر کو بھارت کی سپریم کورٹ نے تمام تاریخی حقائق اور ثبوتوں کے باوجود بابری مسجد کے بجائے رام مندر کی تعمیر کا متنازع فیصلہ سنایا۔ اسے مسلمانوں نے مسترد کر دیا اور ہندو قوم نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ اسی دن پاکستان کے وزیر اعظم نے ہندوستان کے سکھ باشندوں کو اُن کے مذہبی پیشوا کے لیے بغیر کسی فیس اور ویزے کے پاکستان آمد و رفت کی اجازت دی۔ اسلامی ممالک کے غلام حکمرانوں کی معنی خیز خاموشی پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں پر دنیا بھر میں ظلم اور تعصب کا جو رویہ جاری ہے، ان کے مقدس مقامات اور شعائر اسلام کی بے حرمتی کی جاتی ہے، اس پر عالم اسلام کے حکمران خاموش ہیں۔

جب متحدہ ہندوستان پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم ہوا، ہندوستان میں 'مہاتما گاندھی اور کانگریس کے دیگر رہنماؤں، جن میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے ذہین رہنما بھی شامل تھے، نے ہندوستان کے لیے ایک ایسا قانون بنایا، جس کا تعلق کسی مذہب سے نہیں تھا۔ وہ بلا امتیاز کسی مذہب اور قوم ہندوستان میں مقیم تمام اقوام اور مذاہب کے پیروکاروں کے لیے قابل قبول تھا۔ اس قانون میں تمام اقوام کی جان، مال اور مذہبی اقدار کو محفوظ بنایا گیا۔ اس قانون کے بعد علماء کے مطالبے پر مسلمانوں نے پاکستان جانے کے بجائے ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ انتہا پسند ہندوؤں نے مہاتما گاندھی اور کانگریس کے خلاف متعصبانہ رویہ اختیار کیا۔ یہ نعرہ بلند لگایا کہ ہندوستان صرف ہندو قوم کا ملک ہے۔ انہوں نے کہا کہ تقسیم ہند کے دوران مسلمانوں کے لیے الگ ملک 'پاکستان' اور ہندوؤں کے لیے ہندوستان الگ نظریات کی بنیاد پر بنائے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی رہنے کی سہولت موجود ہے، جہاں وہ اسلامی رشتے کی بنیاد پر رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ جب کہ ہندو اور سکھ کے لیے ہندوستان کے علاوہ اور کوئی ملک نہیں ہے۔ لہذا ہندوستان میں صرف ان کے لیے آبادکاری کا حق ہے۔ مہاتما گاندھی اور ان کے حامیوں نے یہ موقف اور مطالبہ مسترد کر دیا۔ جس کی پاداش میں ہندو انتہا پسندوں نے 30 جنوری 1948 کو برلا ہاؤس میں گاندھی کو قتل کر دیا۔ چوں کہ کانگریس طویل عرصے تک برسر اقتدار رہی اور ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت نے کانگریس کو سپورٹ کیا، اس لیے گزشتہ ستر برس میں ہندو انتہا پسندوں کو اقتدار میں رہنے کا موقع نہیں ملا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر کارروائی کر سکیں۔

انہوں نے آہستہ آہستہ اپنے منصوبے منظم کیے۔ ہندو انتہا پسندوں کی تنظیم 'آر ایس ایس' تشکیل دی گئی۔ جس نے مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی پر مبنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے 'بی جے پی' پارٹی کا قیام عمل میں لایا۔ اس تنظیم کے اکثر رہنماؤں اور ممبروں کو عسکری تربیت دی گئی۔ ہندوستان کے موجودہ وزیر اعظم 'نریندر مودی' بھی آر ایس ایس کے سرگرم ممبر ہیں۔ بی جے پی اور آر ایس ایس نے مل کر ہندو فاشزم نظریے کو تقویت دی۔ انتخابات کے دوران ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کی ذہنیت دی اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اسی وجہ سے دو مرتبہ واجپائی بی جے پی پارٹی کے وزیر اعظم بنے۔ وہ کچھ نرم مزاج تھے۔ اس

لیے ان کے دور میں مسلمانوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ جب کہ ہندوستان کے موجودہ وزیر اعظم ایک جنونی اور مسلمانوں کے شدید مخالف ہیں۔ بلاشبہ یہ دور مسلمانوں کے لیے آزمائشوں اور تکلیفوں سے بھرا ہوا دور ہو گا۔

نریندر مودی دوسری بار وزیر اعظم منتخب ہوئے تو انہوں نے فوراہی 'جموں و کشمیر' کی خصوصی قانونی حیثیت ختم کر کے ہندوستان کی دیگر ریاستوں اور علاقوں کی طرح کشمیر میں ہندوستانی قوانین نافذ کر دیے۔ انہوں نے چین کی سرحد پر واقع علاقے لداخ کو ایک الگ خطہ قرار دیا اور اس کو مستقل ریاست کا درجہ دے دیا۔ دوسرے مرحلے میں انہوں نے سکھ یاتریوں کے لیے 'واہگہ' سرحد کے علاوہ ایک نیا شارٹ راستہ 'کرتار پور' کھول دیا۔ کیوں کہ واہگہ سرحد کا راستہ سکھوں کے لیے بہت طویل تھا۔ کرتار پور سرحد کا راستہ بہت مختصر ہے۔ سکھ اب آسانی سے اس راستے کے ذریعے پاکستان میں اپنے مذہبی پیشوا گرو نانک کی جائے پیدائش 'ننکانہ صاحب' اور مدفن 'کرتار پور، ضلع نارووال' تک آمد و رفت کر سکتے ہیں۔ مودی ہندوؤں کے مفاد اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں خصوصا مسلمانوں کے خلاف تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں۔ اس میں ہندوؤں کے مذہبی مطالبات کے مطابق دوبارہ ترمیم چاہتے ہیں۔ مودی ہندوستانی شہریت کے تناظر میں مسلمانوں پر پابندیاں عائد کرنا چاہتے ہیں۔ ہندو انتہا پسند اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ 'ہندوستان سب سے پہلے ہندوؤں کا ملک ہے اور سکھوں کے لیے ہے۔' ان کے نزدیک "مسلمان" دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں پر پاکستان کے لیے نرم گوشہ رکھنے کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔

آسام ریاست میں اس وقت چار ملین سے زیادہ مسلمانوں کو ہندوستانی شہریت سے محروم کیا گیا ہے۔ آسام شمال مشرقی بنگال کی سرحد سے متصل ایک ریاست ہے۔ جو تقریبا 3 کروڑ آبادی پر مشتمل ہے۔ اس میں 34 فیصد مسلمان ہیں۔ مسلمانوں میں 70 فیصد بنگال سے آئے ہوئے مہاجرین ہیں۔ اسی طرح 50 لاکھ بنگالی ہندو بھی آسام میں مقیم ہیں۔ مقامی ہندوؤں کو خدشہ ہے کہ مستقبل میں آسام میں مسلمانوں کی اقلیت اکثریت میں بدل جائے گی اور وہ (ہندو) اقلیت بن جائیں گے۔ اسی خوف کی وجہ سے حکومت نے مسلمانوں پر دو سے زیادہ بچوں کو جنم دینے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اس کے علاوہ آسام میں مسلمانوں کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ 24 مارچ 1971 سے پہلے آسام میں قیام کی اپنی دستاویزات پیش کریں یا انہیں آسام سے نکال دیا جائے گا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو بڑے چیلنجز کا سامنا ہے۔ ہندوستانی فاشسٹ حکومت کوشش کر رہی ہے کہ وہ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دے۔ صرف بابری مسجد اور مقبوضہ کشمیر کے مسائل نہیں، جن سے مسلمان صرف نظر کریں۔ بی جے پی کی موجودہ حکومت مسلمانوں کے خلاف خطرناک عزائم رکھتی ہے۔ اسلامی ممالک کو ہندوستانی مسلمانوں کی مشکلات اور پریشانیوں سے قطع نظر اور غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل اور مشکلات سے غافل ہماری کٹھ پتلی کابل انتظامیہ امریکا کے بعد بھارت کی غلام بھی ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہے کہ ہندوستان پاکستان کے خلاف اس کی مدد کر رہا ہے۔ عام لوگوں کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ بھارت کے مسلمانوں کے ساتھ ہم آہنگی کے جذبے کو زندہ رکھنے کے لیے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ بھارت انتہائی مکار ملک ہے۔ وہ ہمیں ورغلا رہا ہے کہ وہ ہمارا دوست ملک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کافر کبھی بھی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ جو افغان شہری ہندوستان بارے نرم گوشہ رکھتے ہیں، وہ جہالت اور حماقت میں مبتلا ہیں۔ ہندوستان نے ہمارے ملک میں ہمیشہ غیر ملکی جارحیت کی حمایت کی ہے۔ جس کی واضح مثال اس سے قبل سوویت حملے کی حمایت ہے۔ اب امریکا کی زیر قیادت نیٹو افواج کی جارحیت کی حمایت ہے، جو کسی حوالے سے بھی جائز نہیں ہے۔

داعش موت کے دہانے پر

نسیم فاتح

کابل حکومت ایک بار پھر کوشش کر رہی ہے کہ داعش کے خلاف طالبان کی ایک اور کامیابی کا کریڈٹ اپنے نام کر لے۔ کابل حکومت کے نائب وزیر دفاع کرنل یاسین ضیاء نے حال ہی میں کہا تھا کہ حکومتی فورسز نے ملک کے مشرقی علاقوں میں کچھ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ یہاں داعش کا گروپ شکست اور خاتمے کے قریب ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آپریشن کے دوران بڑی تعداد میں داعشیوں نے ہتھیار ڈالے ہیں۔ گزشتہ آدھے سال سے مشرقی حصے کنڑ اور ننگرہار میں طالبان نے داعش کے خلاف وسیع پیمانے پر کارروائیاں کیں، جنہیں طالبان کے خصوصی دستے آگے بڑھا رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ کن مرحلے پر پہنچ چکی ہیں۔ داعش دونوں صوبوں میں وسیع علاقے چھوڑ رہی ہے۔ اس کا حلقہ حاکمیت چند دشوار گزار گھاٹیوں تک محدود رہ گیا ہے۔ وہ بھی محاصرے میں ہیں۔ کارروائیوں میں درجنوں داعشی قتل اور زخمی ہو چکے ہیں۔

درجنوں طالبان اور حکومت کے آگے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ گزشتہ اکتوبر کے آواخر میں 70 سے زیادہ داعشی خاندانوں، جن میں غیر ملکی شہری بھی شامل تھے، نے حکومت کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح طالبان کے آگے بھی درجنوں بیرونی جنگجو خاندانوں نے ہتھیار ڈالے۔ کنڑ اور ننگرہار واحد صوبہ ہے، جہاں داعش نے 2015 میں اپنی نام نہاد خلافت کے اعلان کے بعد قدم جمائے تھے۔ کالے جھنڈوں کے ساتھ ہی دو صوبوں میں ان کے جنگجوؤں اور اقتدار کا حلقہ وسیع ہو گیا تھا۔ جس نے طالبان سمیت حکومت، امریکا اور پڑوسی ممالک کو خدشات لاحق کر دیے تھے۔ امریکا اور کابل انتظامیہ کے مقابلے میں طالبان وہ واحد قوت ہے، جس نے اس کے خلاف فوری اور فیصلہ کن اقدامات کیے۔ کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ ہلمند، زابل، قندوز اور کچھ دیگر صوبوں میں داعش بنیاد ہی میں مٹ گئی۔ لغمان اور جوزجان میں بھی تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد ختم کر دی گئی۔

اس کا انکار نہیں کہ داعش کے چند اعلی عہدیدار اور بہت سے جنگجو حافظ سعید، حسیب لوگری، قاری حکمت اور دیگر بیرونی فوجیوں کے فضائی حملوں میں مارے گئے۔ مگر اس کے علاوہ ان فوجیوں نے گزشتہ پانچ سالوں میں داعش کے خلاف طالبان جیسی کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کی۔ اس کے برعکس اس گروپ کے خلاف طالبان کی ہر کامیابی کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر جولائی 2018 میں طالبان نے جوزجان میں داعش کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا۔ جو داعش کو تہس نہس کرنے پر اختتام کو پہنچا۔ اس وقت کی حکومت اور امریکی فوج دونوں نے اس کامیابی کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی۔

درزاب اور قوشتیپہ کے اضلاع میں رہنے والے 600 داعشیوں کے خلاف آپریشن کے دوران 150 سے زیادہ قتل اور 100 زخمی ہو گئے۔ کم از کم 140 افراد طالبان نے زندہ پکڑ لیے۔ جب داعشیوں کے خلاف محاصرے کی کڑی تنگ ہو گئی، آخری ساعتوں میں داعش رہنماؤں نے حکومت سے تعاون مانگ لیا۔ بعد ازاں جوزجان کے لیے مقرر داعش سربراہ اور ان کے معاون سمیت تقریبا 240 داعشی حکومت نے ہیلی کاپٹر میں محفوظ مقام پر منتقل کر لیے۔ جب طالبان نے داعش کو تہس نہس کرنے کا اعلان کیا، کابل حکومت کی جانب سے بچائے گئے 250 داعشیوں کے بارے میں اعلان کیا گیا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ کہا کہ سکیورٹی اور دفاعی قوتوں کے وسیع فضائی اور زمینی آپریشن کے دوران ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ سوشل میڈیا پر شائع ہونے والی تصاویر میں نظر آتا ہے کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد بھی داعشی جنگجوؤں کے کندھوں پر ہتھیار لٹک رہے ہیں۔

اس وقت افغانستان میں موجود بیرونی قوتوں کے جنرل کمانڈر جان نکولس نے بھی اس کو کابل حکومت کی کامیابی قرار دیا۔ افغانستان کی تعمیر نو کے نگران ادارے سیگار نے اپنی رپورٹ میں جنرل نکولس کے خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے اسے داعش کے خلاف ایک اور کامیابی قرار دیا۔

کابل وزارت دفاع جس طرح ملک کے شمال میں کوئی کامیابی نہیں حاصل کر سکی، اسی طرح مشرقی صوبوں میں بھی کوئی کارکردگی نہیں دکھا سکی۔ ننگرہار آپریشن کے دوران ایسا بھی ہوا کہ داعش کے خلاف لڑنے والے طالبان پر فضائی بمباری کی گئی اور چھاپے مارے گئے۔ داعش کے خاتمے یا کمزور کرنے کے لیے حکومت اور امریکی فوج کی ناکامی اور اس گروپ کے خلاف طالبان کی کامیابی اپنے کھاتے میں ڈالنا ایک اور رسوائی تھی، مگر سورج کو دو انگلیوں سے چھپانا ممکن نہیں ہے۔

افغانستان اکتوبر 2019 میں

احمد فاری

(نوٹ: یہ تحریر صرف ان واقعات و نقصانات پر مشتمل ہے۔ جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔)

اکتوبر میں موسم سرد ہونے کے باوجود جہادی سرگرمیوں اور فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ اس ماہ دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس ماہ دو اضلاع اور متعدد فوجی اڈے فتح ہوئے۔ متعدد امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ افغان فوج کی ہلاکتوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ ان واقعات کے علاوہ دیگر متعلقہ عنوانات بھی ذیل میں پڑھ سکتے ہیں:

امریکی فوج کی ہلاکتیں:

امریکی فوج کو اکتوبر میں شدید جانی نقصان ہوا۔ پہلی تاریخ کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ مجاہدین نے گزشتہ جمعہ کو لوگر کے مرکز میں امریکی فوجی قافلے پر حملہ کیا، جس میں دو امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ 13 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے دہ یک ضلع میں ایک امریکی اور چھ افغان کمانڈو مارے گئے۔ 21 اکتوبر کو صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں دو امریکی فوجی مارے گئے۔ 22 کتوبر کو صوبہ ہلمند میں مجاہدین نے امریکی فوج پر حملہ کیا، جس میں متعدد امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ 24 اکتوبر کو صوبہ پروان کے مرکز میں ایک اور حملے میں 8 امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ 28 اکتوبر کو قندوز کے ضلع خان آباد میں چار امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ 30 اکتوبر کو صوبہ لوگر میں ایک اور امریکی فوجی مارا گیا۔

کابل انتظامیہ کے نقصانات:

اجرتی فوج کی ہلاکتیں توقع سے کہیں زیادہ تھیں۔ 12 اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع چِک میں اس ضلع کا گورنر قتل کر دیا گیا۔ 15 اکتوبر کو صوبہ بلخ کے ضلع مزار شریف میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا۔ 18 اکتوبر کو مجاہدین نے صوبہ بغلان کے وسطی ضلع میں ایک اور ہیلی کاپٹر کو لینڈنگ کے دوران مار گرایا۔ 19 اکتوبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد کے مضافات میں دشمن کا ایک جج قتل کر دیا گیا۔ 22 اکتوبر کو صوبہ قندوز کے ضلع علی آباد میں مجاہدین نے دشمن کے 4 کمانڈروں سمیت 17 اہل کاروں کو اپنی چیک پوسٹوں میں نشانہ بنایا۔ 24 اکتوبر کو کابل میں بادغیس کا پولیس کمانڈر مارا گیا۔ 26 اکتوبر کو صوبہ سرپل میں ایک سپاہی نے اپنے کمانڈر کو ہلاک کر دیا۔ اسی دن قندھار کے ضلع شین ڈنڈ میں ایک رابطہ کار مجاہد نے فائرنگ کر کے ایک کمانڈر کو ہلاک کر دیا۔ 27 اکتوبر کو صوبہ بغلان کے ضلع نہرین میں دو کٹھ پتلی کمانڈر مارے گئے۔

شہریوں پر ظلم و تشدد:

2 اکتوبر کو صوبہ کاپیسا میں ایک گھر میں افغان فوج کی گولہ باری سے چھ افراد اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی روز امریکی فوج نے صوبہ غزنی کے مشہور دینی مدرسے 'نور المدارس' پر چھاپہ مارا۔ جس کے باعث مدرسے کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ اس سے پہلے بھی دشمن نے اس مدرسے پر شدید بمباری کی تھی، جس میں متعدد طلبا شہید ہوگئے تھے۔ 9 اکتوبر کو یوناما نے خبر شائع کی کہ فراہ اور نیمروز میں سفاک دشمن کی بمباری سے متعدد شہری شہید

ہوئے ہیں۔ اسی روز صوبہ پکتیکا میں بھی دشمن نے عام شہریوں کے گھروں اور ایک مدرسے پر چھاپہ مارا، جس میں چار شہری شہید ہوگئے۔ 13 اکتوبر کو دشمن نے پکتیا اور غزنی میں ایک اسکول سمیت متعدد شہری مکانات اور دکانیں مسمار کر دیں۔ 14 اکتوبر کو دشمن نے صوبہ بدخشاں میں 15 مکانات تباہ کر دیے اور 13 افراد کو شہید کر دیا۔

جرائم کا دوام:

9 اکتوبر کو امریکی ملٹری ٹائمز نے خبر شائع کی کہ امریکا نے گزشتہ ایک ماہ کے دوران افغانستان میں یومیہ 31 بم گرائے ہیں۔ دوسری جانب 30 اکتوبر کو امریکی محکمہ دفاع نے بھی کہا کہ گزشتہ ماہ امریکا نے افغانستان پر 1113 بم برسائے۔ یہ دشمن کے بڑے گھناؤنے جرائم ہیں۔ جن کا انہوں نے خود اعتراف کیا ہے۔ اس کے باوجود کچھ عناصر کہتے ہیں کہ یہ جہاد نہیں، بلکہ خانہ جنگی ہے، جس میں امریکا ملوث نہیں ہے۔

الفتح آپریشن:

10 اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں دشمن کے 18 کمانڈوز ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 13 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں ایک امریکی فوجی سمیت چھ کمانڈو ہلاک ہوگئے۔ اس دن صوبہ زابل کے ضلع دایچوپان پر بھی مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ 16 اکتوبر کو صوبہ لغمان کے ضلع علی شنگ پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں پولیس کی ایک بڑی تعداد ہلاک اور زخمی ہوگئی۔ 20 اکتوبر کو صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب میں دشمن کے 14 کمانڈوز مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگئے۔ 25 اکتوبر کو مجاہدین نے ننگرہار میں دشمن کے 01 یونٹ کو نشانہ بنایا، جس میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 28 اکتوبر کو صوبہ زابل کا ضلع نوبہار مجاہدین نے فتح کر لیا۔

جعلی انتخابات:

28 ستمبر کو جعلی انتخابات ہوئے۔ تادم تحریر ایک ماہ گزرنے کے باوجود ان کے ابتدائی نتائج کا اعلان نہیں ہوا۔ الیکشن کمیشن نے 5 اکتوبر کو اعلان کیا کہ کمیشن سے متعلق کچھ بائیو میٹرک دستاویزات اور میموری کارڈ چوری ہوگئے ہیں۔ 8 اکتوبر کو الیکشن کمیشن کے سربراہ نے غیر ملکیوں سے کہا کہ انتخابات میں شامل حلقوں کی جانب سے انہیں خطرات لاحق ہیں، لہذا ان کی حمایت کریں۔ 9 اکتوبر کو ٹرانسپیرنسی مانیٹرنگ اتھارٹی (فیفا) نے بھی ایک بیان میں کہا کہ حکمران ٹیموں نے انہیں جان سے مارنے کی دھمکی دی ہے۔ اس سے پہلے سینیٹ چیئرمین نے الیکشن کمیشن کو متنبہ کیا تھا کہ اگر وہ جعلی ووٹوں کی گنتی نہیں کریں گے تو وہ ہرگز نتائج کو قبول نہیں کریں گے۔

20 اکتوبر کو امریکی وزیر دفاع انتخابی مسائل کے خاتمے کے لیے غیر اعلانیہ دورے پر کابل پہنچے۔ 21 اکتوبر کو سیکورٹی فوج نے الیکشن کمیشن کے دفتر کے دروازے توڑ دیے اور وہ اندر گھس گئے۔ گزشتہ انتخابات میں بھی فریقین کے مابین اختلافات ہوئے تھے، جس کے بعد امریکی وزیر خارجہ نے مداخلت کر کے غیر قانونی طور پر دو جماعتی حکومت تشکیل دی، جو تاحال قوم پر مسلط ہے۔ جس کی نااہلی کی مثال افغانستان کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔

جمہوریت کا تحفہ:

2 اکتوبر کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ دائی کنڈی کے ضلع کیجران کے پولیس چیف نے خواتین پولیس اہل کاروں کو جنسی زیادتی کا تشدد کا نشانہ بنایا۔

جنگی جرائم اکتوبر 2019

سید سعید

یکم اکتوبر 2019 کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے چشمہ شیر میں فوج کی اندھادھند فائرنگ سے 8 بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔ اسی دن صوبہ جوزجان کے ضلع خانقاہ، اقچہ اور فیض آباد میں امریکی فوج کی کارروائیوں میں گیارہ شہری شہید ہوئے۔ جن میں خانقاہ میں سات شہری شہید اور زخمی، آقچہ میں ایک شخص شہید اور ایک خاتون زخمی اور فیض آباد میں ایک شخص شہید اور اس کی بیٹی زخمی ہوگئی۔ اسی طرح آپریشن میں لوگوں کے چودہ مکانات بھی تباہ کر دیے گئے۔ جب کہ امریکی فوج نے صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں مشہور دینی مدرسہ نور المدرس اور مصطفی گاؤں پر چھاپہ مارا۔ جس میں مدرسہ کی لائبریری، رہائشی کمرے اور گندم کے گودام تباہ کر دیے گئے۔ جب کہ چار مکانوں کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیے گئے۔ اسی دن صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے علاقے افغانیہ درہ اور باقرخیل میں افغان فوج کی اندھادھند فائرنگ سے 6 بچے اور خواتین شہید اور دودیگر زخمی ہوگئے۔

2 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے ضلع گیرو کے گاؤں دیسی میں امریکی فوج کی بمباری سے تین شہری شہید ہوگئے۔ اسی ضلع کے علاقے پارچہ میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں اسکول کے استاد حضرت محمد شہید ہوگئے۔ صوبہ غزنی کے ضلع جغتو کے علاقے قیاق میں افغان فوج کی گولہ باری سے 6 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ اگلے دن صوبہ ہلمند کے ضلع واشیر کے علاقے ملغزار میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ 4 اکتوبر کو صوبہ غور کے ضلع چارسدہ کے قلعہ گوہر میں افغان فوج کی گولہ باری سے دو خواتین شہید اور ایک زخمی ہوگئی۔

8 اکتوبر کو سفاک دشمن نے صوبہ پکتیکا کے ضلع خوشامند کے وطوخیل اور حاجی نور محمد نظام خیل نامی دیہات پر ایک چھاپے کے دوران ایک مدرسہ اور دو مکانات تباہ کر دیے اور چار شہریوں کو شہید کر دیا۔ اگلے دن صوبہ اروزگان کے ضلع چہار چینو کے علاقے دان میں امریکی فوج نے چھاپے کے دوران دو عام شہریوں کو شہید اور گاڑیوں کو جلا دیا۔ جب کہ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج میں امریکی فوج کی بمباری سے دو افراد شہید اور ایک اور شخص زخمی ہوگیا۔ امریکی فوج نے صوبہ بدخشاں کے ضلع وردج کے گاؤں سترب پر چھاپہ مارا۔ ایک مسجد کو شہید اور متعدد مکانات تباہ کر دیے۔ تین خواتین کو شہید اور گیارہ افراد کو زخمی کر دیا، جب کہ چھ شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

10 اکتوبر کو مشترکہ فوج نے صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ کے علاقے نہر صوفی میں ایک چھاپے کے دوران ایک مسجد اور دو مکانات تباہ کر دیے۔ چار شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ اگلے دن صوبہ کاپیسا کے ضلع الہ سائی کے علاقے کراچی پر چھاپے کے دوران سفاک دشمن نے دو عام شہریوں کو شہید کر دیا۔ جب کہ صوبہ پکتیکا کے ضلع مٹھا خان کے علاقے سیدو قلعہ میں افغان فوج نے فائرنگ کر کے دو شہریوں کو شہید کر دیا۔ اسی طرح صوبہ بلخ کے ضلع چہار بولک کے علاقے ارناکارو میں امریکی فوج نے ایک مدرسے پر چھاپہ مارا۔ چار طلبا اور دو اساتذہ کو حراست میں لے لیا گیا۔

12 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے ضلع دہک کے علاقے تاسن پر امریکی فوج نے چھاپہ مارا، جس میں چار شہری شہید اور دو زخمی ہوگئے۔ اگلے دن صوبہ زابل کے ضلع شاجوی کے بازار پر افغان اجرتی فوج کے فضائی حملے میں 6 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے علاقے بلاک تعمریان میں افغان فوج کی گولہ باری کے نتیجے میں 6 خواتین اور بچے زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ آبی ژرندہ کے علاقے میں امریکی فوج کی بمباری سے ایک خاتون شہید ہوگئی۔ امریکی فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سیسکی کے بازار پر چھاپہ مارا۔ اس دوران متعدد دکانیں تباہ کر دیں اور قیمتی سامان لوٹ لیا۔ صوبہ بدخشان کے ضلع وردج کے گاؤں باسند پر امریکی فوج اور افغان فوج کی بمباری میں 15 مکانات تباہ ہوگئے۔ جب کہ خواتین اور بچوں سمیت 13 شہری شہید اور 20 زخمی ہوگئے۔

15 اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے صدمردہ اور سنگ قلعہ میں امریکی فوج کے حملے میں سات شہری شہید، پانچ قیدی اور دس گھر تباہ ہوگئے۔ جب کہ 17 اکتوبر کو صوبہ اروزگان کے صدر مقام ترین کوٹ کے علاقے سردان میں سفاک دشمن کی بمباری میں 5 خواتین اور بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔ اگلے دن صوبہ زابل کے صدر مقام قلات بازار کے قریب نمرو کے علاقے میں ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔ سفاک دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے گاؤں بدرگی میں ایک مسجد پر چھاپہ مارا اور لوگوں کو بہت مالی نقصان پہنچایا۔ صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات بازار میں مالک خان جامع مسجد کے قریب ڈرون حملے میں دو شہری شہید ہوگئے۔

20 اکتوبر کو امریکی فوج نے صوبہ لوگر کے ضلع خروار میں چار شہریوں کو شہید کیا۔ جب کہ متعدد کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ صوبہ قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقے بالائی باغتو تنگی میں امریکی فوج نے ایک چھاپے کے دوران دو پیش اماموں سمیت چار افراد کو حراست میں لے لیا۔ سفاک دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع گیرو کے گاؤں موسیٰ خیل میں دو عام شہریوں کو شہید کر دیا۔ اگلے دن 21 اکتوبر کو صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی کے قریب بازرگن کے علاقے میں افغان فوج کی گولہ باری سے چار خواتین شہید اور گیارہ خواتین اور بچے زخمی ہوگئے۔

22 اکتوبر کو صوبہ پکتیکا کے ضلع ڈیلہ کے مضافات میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔ صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے کلالگو میں ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ 24 اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے علاقے السنگ میں افغان پولیس کی فائرنگ سے دو عام شہری (باپ بیٹا) شہید ہوگئے۔

27 اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے مالگیر دشت میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں تین شہری شہید ہوگئے۔ وفاقی دارالحکومت کابل کے ضلع موسہی کے علاقے قلعہ عبدالروف میں 01 یونٹ کے اہل کاروں نے فائرنگ کر کے دو شہری (باپ بیٹا) کو شہید اور مقامی مدرسے کے پانچ طلبا کو گرفتار کر لیا۔ صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے گاؤں ملالی میں افغان فوج کی فائرنگ سے دو بچے اور ایک خاتون شہید ہوگئیں۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

ماہ اکتوبر 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کی ہلاکتیں	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	116		1	0	186	58	36	0	0	
-2	ہلمند	162		0	0	193	140	25	7	7	1
-3	زابل	90		0	0	276	23	36	4	5	
-4	روزگان	61	1	0	1	107	11	8	4	3	
-5	ہرات	54		0	1	80	59	14	5	3	
-6	فراہ	50		0	0	50	80	46	1	2	
-7	بادغیس	25		0	0	26	35	9	2	1	
-8	نیمروز	24		0	0	21	5	5	1	0	
-9	غور	14		0	0	25	22	0	1	1	
-10	فاریاب	23		0	0	39	69	8	1	7	
-11	کونڑ	8		0	0	3	2	1	0	0	
-12	نورستان	5		0	0	12	7	1	0	0	
-13	غزنی	78		4	2	124	61	16	0	0	
-14	خوست	38		0	0	26	23	8	0	0	
-15	میدان وردگ	87		0	0	167	62	17	0	0	
-16	لوگر	30		3	0	76	15	8	0	0	
-17	کاپیسا	18		0	0	31	11	0	0	0	
-18	پکتیا	66		0	0	84	59	21	0	0	
-19	پکتیکا	22		0	0	39	26	3	1	3	
-20	ننگرہار	22		0	0	36	31	3	0	0	
-21	لغمان	6	1	0	0	44	4	0	1	0	1
-22	کابل	18		0	0	16	19	10	0	0	
-23	پروان	19		8	4	11	11	9	0	0	
-24	قندوز	30		4	2	123	53	13	1	0	
-25	بغلان	33		0	0	46	41	14	0	0	
-26	تخار	8		0	0	96	36	0	0	0	
-27	سمنگان	2		0	0	0	3	1	0	0	
-28	بدخشان	15		0	0	37	27	6	0	0	
-29	جوزجان	13		0	0	45	18	14	2	0	
-30	بلخ	87		0	0	206	104	8	2	0	
-31	بامیان	3		0	0	3	0	0	0	0	
-32	سرپل	12		0	0	17	5	0	0	0	
-33	دای کنڈی	10		0	0	60	6	4	0	0	
-34	پنج شیر	2		0	0	5	0	1	0	0	
مجموعہ		1251	2	20	10	2310	1126	345	33	32	2

الجهاد ماض الی یوم القیامة
شیخ الحدیث امیر المومنین شیخ هبة الله آخندزاده

SHARIAT Monthly Islamic Magazine
8th Year November 2019

بگرام ائیر بیس اور فوجی کیمپ کا داخلی دروازہ

یہاں ایمان ومادیت کا ایک تاریخی معرکہ برپا ہوا۔یہ کھنڈرات پوری دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ایمان کے ہتھیاروں سے لیس صرف 9 سر فروشوں نے 9 ہزار سے زیادہ جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس فوجیوں کو پورا دن تگنی کا ناچ نچایا۔اور ثابت کیا کہ ایمان کے مقابلے میں ٹیکنالوجی کا بت کس طرح سرنگون ہے۔